السّابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

خلافت راشدہ

حصہ دوم

المعروف

الفرقان

یعنی

حضرت مولنا و بالفضل اولنا مولوی عبد الکریم صاحب

مرحوم رضی اللہ عنہ کی آخری تصنیف

رسالہ ہذا صفحہ ۲۷ تک چھپ چکا تھا کہ حضرت مصنف صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا اس لئے سردست اسیقدر شائع کیا گیا باقی مسودہ ملنے پر انشاء اللہ شائع کیا جاویگا۔

مطبع ضیاء الاسلام قادیان دار الامان میں باہتمام حاجی حافظ حکیم فضلدین صاحب طبع ہوا

ماہ دسمبر ۱۹۰۵ء

بار اول | تعداد اشاعت ۱۲۰۰ | قیمت ۴؎

فہرست کتب موجودہ و زیر طبع

یہ کتابیں بذریعہ وی پی حافظ حکیم فضل الدین صاحب مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان سے ملسکتی ہیں

مصنفہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نام کتاب	زبان	قیمت
براہین احمدیہ حصہ اول اشتہار انعامی دس ہزار روپیہ	اردو	۵ر
″ حصہ دوم و سوم و چہارم - دلائل حقیقت اسلام تفسیر چند آیات و رد آریہ و عیسائی و برہمو و دہریہ وغیرہ	″	کل مجموعہ ے
سرمہ چشم آریہ - آریوں کے رد میں -	″	۱۲ر
برکات الدعا - دعا کے فوائد اور ضرورت	″	۲ر
آئینہ کمالات اسلام مع تبلیغ و حقیقت اسلام و تبلیغ رسالت حقہ -	اردو عربی مترجم فارسی	عا
انوار الاسلام - عبد اللہ آتھم کی پیشگوئی پوری ہونے کی تفصیل و رد عیسائی	اردو	۴ر
نسیم دعوت و ستاتن دھرم - رد آریہ ۳ر	″	
کتاب البریہ - سوانح عمری حضرت اقدس ع و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا -	″	عہ
ایام الصلح دعوے مع دلائل و	″	۸ر
ایام الصلح پیشگوئی طاعون -	فارسی	۸ر
اربعین نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ - نشان صداقت مرسلین اور لوگوں کو ایک نشست کی طرف دعوت	اردو	۴ر
حضرت اقدس علیہ السلام کا ریویو مباحثہ چکڑالوی و محمد حسین بٹالوی کے مباحثہ پر	″	۔ر
روئداد جلسہ دعا - ٹرانسوال کی فتح کے لئے دعا اور حضرت اقدس ع کا لیکچر	″	۲ر
استفتاء - لیکھرام کا قتل پیشگوئی سے ہوا	″	۱ر
نور القرآن حصہ اول ۱ر دوم ۱ر - رد عیسائی و آریہ		

نام کتاب	زبان	قیمت
مجموعہ آمین حضرت اقدس کے تینوں صاحبزادوں کی آمین	نظم اردو	۱ر
ستارہ قیصرہ - شکریہ سلطنت ملکہ معظمہ	اردو	۱ر
تحفہ قیصرہ - قیصرہ ہند اور اسکو دعوۃ اسلام	″	۳ر
کرامات الصادقین - تفسیر سورہ فاتحہ -	عربی	۸ر
حمامۃ البشریٰ حصہ اول ثبوت وفات مسیح و رسالت خود -	عربی مترجم اردو	۸ر
سیرۃ الابدال - مقربین کے علامات -	عربی	۱ر
سچائی کا اظہار - رد عیسائی -	اردو	۱ر
نور الحق حصہ اول ۶ر و دوم ۵ر - رد عیسائی و پیشگوئی خسوف کسوف رمضان کا ثبوت و تفصیل	عربی مترجم اردو	۱۴ر
درثمین اشعار تصانیف حضرت اقدس سے انتخاب	اردو فارسی	۵ر
″ حصہ اول اشعار صرف	اردو	۱ر
حقیقۃ المہدی - آنیوالا مہدی صلح کار ہوگا یا خونی	″	۱ر
شرائط بیعت عشرہ مع تکمیل تبلیغ و عبارت جو بیعت کے وقت پڑھائی جاتی ہے -	″	
اعجاز المسیح - تفسیر سورہ فاتحہ اور پیر گولڑوی کو اس کی نظیر بنانے کی تحدی -	عربی مترجم فارسی	۱۲ر
ازالہ اوہام حصہ اول - جواب معترضین وفات مسیح و	اردو	۸ر
″ حصہ دوم - حقیقت دجال یاجوج ماجوج و تفسیر چند آیات	″	۱۰ر
حجۃ الاسلام - رد عیسائی -	″	۱ر
تحفہ حق - رد آریہ -	″	۶ر
فتح اسلام - دعویٰ خود و ذکر پنج شاخ -	″	۲ر
توضیح مرام حقیقت نزول ملائکہ و تفسیر چند آیات	″	۲ر
اتمام الحجۃ - مولوی رسل بابا امرتسری کو تحدی	عربی و اردو	۲ر
انجام آتھم - رد نصرانیت و علماء کو دعوۃ -	اردو عربی مترجم فارسی	۱۴ر
تقریریں ۲۹-۳۰ دسمبر ۱۹۰۰ء کو جلسہ سالانہ پر حضرت اقدس کی تقریر	اردو	۲ر

فہرست مضامین الفرقان

الفرقان کا دیباچہ

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہی ٭ زندگی موت کے آنیکی خبر دیتی ہی

میں نہایت سوگوار دل کے ساتھ اپنے محسن و مخدوم اور واجب الاحترام بھائی اور نہایت وفادار دوست حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی کتاب الفرقان کا دیباچہ لکھنے کیخدمت بجالاتا ہوں۔ حضرت ممدوح نے جب کتاب مذکور کو شروع کیا تھا کسکو یہ خیال اور وہم ہو سکتا تھا کہ یہ کتاب ابھی پوری نہ ہوگی اور آں مخدوم کی رحلت کا زمانہ قریب آجائے گا۔ اور اس کتاب کو ناتمام شایع کرنا پڑیگا۔ مگر اللہ تعالے کی مرضی یونہی تھی کہ اس کتاب کے اجراہی میں مرحوم کو موت آوے اور اس طرح پر ان کا یہ فعل (جو اعلے درجہ کا قلمی جہاد تھا) ہمیشہ کے لیے جاری سمجھا جاوے۔ ٹھیک اسی طرح پر جیسے ایک شہید کے افعال برابر جاری رہتے ہیں۔ اس لیے میں ہر چند اس کتاب کے ناتمام رہنے پر نہایت محزون ہوں مگر یہ امر اس غم اور حزن کو بھلا دیتا ہے کہ اس کتاب کا ناتمام رہنا حضرت مخدوم کے اعمال صالحہ کے جاری رہنے کا موجب ہوا ہے اللہ تعالے انکے اس عمل کو قبول کرے اور اسکو بہتوں کی خیر و برکت کا موجب بنا دے۔ آمین۔

الفرقان کے ناظرین اس رسالہ کو پڑھکر معلوم کرلیں گے کہ فاضل مصنف کی غرض محض اللہ تعالے کی رضا اور اعلاء کلمۃ الحق تھی چنانچہ خود شہید مرحوم شروع کتاب میں لکھتے ہیں۔

وہ اگرچہ خلافت راشدہ میں اس قسم کے اعتراضوں اور ان سے پیدا ہو سکنے والی شاخوں کا جواب دیا جاچکا ہے اور خدا تعالی کی تائید اور توفیق سے

اس میں ایسے اصول کو مدنظر رکھکر کلام کیا گیا ہے کہ باطل ان کی قوت اور حدت اور صولت کے مقابل آنے اور ٹھیرنے کی تاب نہیں لا سکتا اور ایک تیز نظر صاف طبع طالب حق اور ناصر حق کے لیے ان سے بہت سے حقایق اور معارف کے استنباط کی راہ کھل جاتی ہے مگر باایں ہمہ اللہ تعالی کی رضا اور ثواب کیلیے دل میں جوش پیدا ہوا کہ نئے پیرایہ میں ان باتوں پر کچھ لکھا جاوے ممکن ہے کہ کسی سعید کے لیے رشد اور سعادت کے حاصل کرنے کا یہی وقت مقدر ہو!!

جبکہ اس پاک غرض اور مقصد کو مدنظر رکھکر آپنے اس رسالہ کو شروع کیا تھا تو امید کیجاتی ہے کہ اللہ تعالے اسکو سعید اور رشید روحوں کیلیے مفید اور بابرکت بنادے وماہذا علے اللہ العسیر۔یامر کہ مولویصاحب مرحوم نے اس کتاب ہی کے فکر میں یا اسی خدمت میں جاں آفریں کو جان سپرد کی خیالی نہیں۔بلکہ جو لوگ حضرت مرحوم کے دوران علالت میں آپکے پاس جاتے تھے اور جن میں سے خاکسار بھی ایک ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ آپنے کئی مرتبہ یہ ذکر کیا کہ اگر کوئی فکر اور خواہش ہے تو یہی ہے کہ یہ کتاب پوری ہو جاوے اور فلاں خدمت دین ہو جاوے +

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولویصاحب مرحوم اپنی علالت میں بھی اسی ادھیڑ بن اور فکر میں رہے اور اسی دھن میں انہوں نے جان دیدی +

یہ رسالہ یا کتاب کوئی معمولی کتاب نہ تھی۔بلکہ وہ اس میں سیر کن اور سیراب کر دینے والی بحث ان امور پر کرنی چاہتے تھے جو شیعہ اور سنیوں میں متنازعہ فیہ سمجھے جاتے ہیں مگر اللہ تعالی کو یہی منظور تھا کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں وہی کافی ہے اور اس سے زیادہ اور کسی بحث اور تصریح کی حاجت نہیں اس لحاظ سے جو کچھ آپنے لکھ دیا ہے وہ خدائی فیصلہ کے موافق سچ مچ...... **الفرقان** ہے +

اور حقیقت میں **خلافت راشدہ** اور **الفرقان** کے اسقدر حصہ کو پڑھ لینے کے بعد میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی سعید الفطرت اور زکی الانسان پھر ان الجھیڑوں اور عقود کے حل کیلیے کسی کلید اور گرہ کشا کو

تلاش کرے۔

چونکہ حضرت شہید مرحوم کو مجھ خاکسار سے محض للہ محبت تھی اور جب کبھی مجھے آپ کے حضور بیٹھنے کا موقع ملتا تھا تو علے العموم وہ اس کتاب کا ذکر کرتے تھے اسلیے میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ وہ کس اسلوب پر اس کتاب کو لکھنا اور ختم کرنا چاہتے تھے انہوں نے جو طریق کلام اپنی ان تحریروں میں اختیار کیا ہے ہر چند اسکی بنیادی اینٹ اعلے حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے رکھی ہے لیکن میں بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید لکھونگا کہ اسپر ایک شاندار اور آرام وہ عمارت بنانیوالا شہید مرحوم ہے میں اس پر حیاتِ صافی میں جو حضرت مولانا کی لایف ہوگی انشاءاللہ العزیز مفصل بحث کرونگا لیکن یہاں صرف اسیقدر عرض کر دینا کافی ہے کہ وہ جدید علم الکلام قرآن کریم ہی کو اپنے دعوے اور دلایل کے لیے کافی قرار دینا اور اسی کا فیصلہ فیصلہ ناطق ٹھیرانا ہے + چنانچہ خلافت راشدہ اور الفرقان میں حضرت ممدوح نے اس طریق استدلال کو بڑے زور اور قابلیت کے ساتھ پیش کیا ہے + اور بڑی خوشی اور ناز سے کہا جاتا ہے کہ کوئی قلم اور زبان آج تک اسے رد نہیں کر سکی +

مولانا ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ شیعہ اور دوسرے ملل باطلہ سے کلام کرنیکا یہ ایسا طریق اور گر ہے کہ کبھی اس تیر کے چلانے والا نشانہ کے خطا جانے پر افسوس نہیں کر سکتا + اسلیے کہ یہ حربہ اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اور آسمانی حربہ کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔

غرض

یہ کتاب یا رسالہ جو الفرقان کے نام سے شایع کیا جاتا ہے ہر چند ناتمام ہے مگر اس وجہ سے کہ شیعہ مذہب کے ساتھ گفتگو کرنے کا ایک کارگر حربہ سعاد تمند اور رشید انسان کو عطا کرتا ہے اپنی نوعیت میں جامع ہے اور اس لحاظ سے کہ شہید مرحوم کے عمل جاری کا نمونہ ہے اسلیے بحالت موجودہ قابل قدر ہے۔ مرحوم کی شہادت کے بعد مینے انکی لایف لکھنے کے ارادہ سے انکے کاغذات کو جو یہاں موجود تھے برادرم محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی (جو مولویصاحب ممدوح کے پھوپھی زاد

عزیز بھائی ہیں اور جنہوں نے مرحوم کی علالت کے ایام میں بڑی خدمت کی اور جنکے ساتھ مرحوم
کو بہت محبت تھی) کے توسط سے دیکھا۔ میرا خیال تھا کہ اگر الفرقان کا مسودہ یا اسکے متعلق
کوئی مٹیریل (مواد) ملسکے گا تو میں اسے بطور خود ترتیب دیکر مرحوم کی خواہش کو پورا کرنے والا
ٹھیرونگا۔ مگر جو کچھ ملا اس میں سے بجز ایک ورق کے اور کچھ نہیں جو الفرقان کے ساتھ شایع ہو سکے
ہاں اگر ان کی کتابوں پر کوئی نوٹ ملے (جو ابھی نہیں دیکھے گئے) اور خدا تعالے کے فضل نے
توفیق دی تو کچھ عجب نہیں کہ کوئی خدمت اس سلسلہ میں ہو سکے۔ وباللہ التوفیق۔
وہ ورق جو مجھے ملا ہے اسکو میں اس کتاب کے آخر میں جو آپ کی زندگی میں صرف ۲ ے صفحہ تک
چھپ چکی تھی منضم کرا دیتا ہوں اور ناظرین کیخدمت میں التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنے مرحوم بھائی
کے لیے بہت بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالی انکی اس خدمت کو قبول فرماوے اور اسکے اجر
میں انکے مقامات اور درجات کو بلند کرے اور اس کتاب کو بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بناوے (آمین)
آخر میں یہ کہہ کر کہ

مرنے والے کی یہ نشانی ہے

میں اس تحفہ مرحوم کو اپنے احباب کے سامنے پیش کرتا ہوں وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن ؂

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم قادیان

۲۶۔ نومبر ۱۹۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک شیعہ کے خط کا جواب

ہمارے لائق اور ذکی دوست منشی نذر علی صاحب ام - فروری کے خط میں میرے مکرم مخدوم مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں ایک سوال لکھکر گذارش کرتے ہیں کہ یہ ایک شیعہ مناظر کی تحریر ہے اور بہت جلد اسکا کافی جواب مطلوب ہے - حضرت مولوی صاحب مکرم وہ خط مجھے دیکر فرماتے ہیں کہ میں بقدر استطاعت اسپر کچھ لکھوں - میں جو اس خط کو پڑھتا ہوں تو وہی پراگندہ باتیں اور بے بنیاد نکتہ چینیاں ہیں جو یہ لوگ عادت کے موافق خدا کے راستبازوں کی نسبت کیا کرتے ہیں -

اگرچہ خلافت راشدہ میں اس قسم کے اعتراضوں اور ان سے پیدا ہوسکنے والی شاخوں کا جواب دیا جاچکا ہے اور خدا تعالیٰ کی تائید اور توفیق سے اُس میں ایسے اصول کو مد نظر رکھکر کلام کیا گیا ہے کہ باطل اُن کی قوۃ اور صدۃ اور صولۃ کے مقابل آنے اور ٹھیرنے کی تاب نہیں لاسکتا اور ایک تیز نظر صاف طبع طالب حق اور ناصر حق کے لئے اُن سے بہت سے حقائق اور معارف کے استنباط کی راہ کھل جاتی ہے مگر بااین ہمہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے لئے دل میں جوش پیدا ہوا کہ نئے پیرایہ میں ان باتوں پر پھر کچھ لکھا جائے ممکن ہے کہ کسی سعید کے لئے رشد و سعادۃ کے حاصل کرنے کا یہی وقت مقدر ہو - اب میں بزرگ مناظر کے اعتراض نقل کرتا ہوں اور وہ یہ ہیں -

اَلسَّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ - اور سبقت کرنے والے سب سے پہلے ایمان میں - مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَا مہاجرین اور انصار میں سے جو کوئی سب سے پہلے ایمان لایا - وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور وہ لوگ کہ پیروی کی ہے انہوں نے ان سابقین کے ساتھ نیکی کی یعنی ایمان اور طاعت میں - اور وہ لوگ اصحاب رسول خدا کے ہیں جو کہ بعد اُن سابقین کے ایمان لاتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ جو لوگ قیامت تک اُنکی پیروی کریں وہ بھی اس میں

داخل ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ راضی ہے خدا اُن سے بسبب اُن کے ایمان اور طاعت کے اور راضی ہیں وہ اُس خدا سے بسبب حاصل کرنے نعمتوں دنیا اور آخرۃ کے۔

یہاں مراد سبقت سے سبقت الی الایمان ہے نہ سبقت الی الہجرۃ جیسا کہ بعض کہتے ہیں۔ اور اگر ہم سبقت الی الہجرۃ فرض کرلیں تو مراد اس سے جعفر طیار وغیرہ ہوں گے کہ انہوں نے سب سے پہلے طرف حبشہ کی ہجرۃ کی۔ اور اکثر کے نزدیک سبقت سے سبقت الی الایمان مراد ہے یعنی جو سب سے پہلے ایمان لائے اور پہلے سب سے علی مرتضیٰ اور خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائے۔ اور اہل سنت کے علمائے ذیل سبقت اسلام علی مرتضیٰ کے قائل ہیں۔ (اس کے بعد عادۃ کے موافق افسانے اور روائتیں نقل کئے ہیں جنسے بد قسمتی فیج اعوج کی کتابیں بھری پڑی ہیں) پھر فرماتے ہیں۔ اگر سابقون الاولون سے وہ سب لوگ مراد لئے جائیں جو ہجرۃ کے پہلے ایمان لائے تھے خواہ مہاجرین خواہ انصار اور سبقت سے مراد بھی عام ہو خواہ سبقت الی الایمان خواہ سبقت الی الہجرۃ یہ سب کچھ موقوف ہی سلامتی ایمان پر کہ وقت مرنیکے ایمان صحیح باقی رہا ہو اور جو اعمال کہ موجب نارضامندی خدا کے ہیں وہ عمل میں نہ لائے ہوں اس لئے کہ خدا فرماتا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ اور انما المومنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا حاصل ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ ایمان پر قائم رہے ہوں اور بعد ایمان لانیکے پھر شک نہ کیا ہو اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ بعد ایمان لانے یا ہجرۃ کرنے کے جو چاہے سو کرے خواہ مرتد ہو جائے خواہ اعمال بد عمل میں لائے جیسا کہ بعضوں سے ظہور میں آیا تو اُس سے بھی خدا راضی ہے جیسا کہ اہل سنت اہل بدر اور بیعت رضوان اور دیگر مہاجرین و انصار کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ جو چاہیں سو کریں اُنکے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ اگر وہ کعبۃ اللہ میں شراب نوشی کریں یا اپنی محرمات والدہ خواہ دختر سے زنا کے مرتکب ہوں تو کچھ گناہ نہیں اور خدا تعالیٰ اُنسے راضی ہے۔ اور یہ گمان کہ کل مہاجرین گناہوں سے پاک تھے اور جن گناہوں سے خدا ناراض ہوتا ہے وہ اُن سے صادر نہیں ہوئے یہ بھی غلط ہے اسواسطے کہ فسق و فجور بعضے مہاجرین اور انصار کا اُنکے علماء کی کتابوں سے ثابت ہے۔ ایسے اشخاص جو شراب [illegible] یں جہاد سے فرار کرتے ہوں خونریزی کرتے ہوں حقوق غصب کرتے ہوں خدا اُن سے کس طرح راضی ہوگا اور عثمان سے تو وہ افعال صادر ہوئے کہ مصریوں کے ہاتھ سے بالآخر قتل ہوئے۔ اور یہی لوگ تو ہیں جن کے حق میں خدا فرماتا ہے ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والاخرۃ۔ پس معلوم ہوا

کہ السابقون الاولون سے وہی لوگ مراد ہیں جو ایمان صحیح پر مرے ہوں اور افعال نیک بجا لائے ہوں"۔

اعتراضات کا خلاصہ

ان اعتراضوں کا قصد و منشا یہ ہے کہ ابوبکر اور اُن کے اتباع سابق الی الہجرۃ یا سابق الی الایمان نہ تھے بلکہ علی اور خدیجہ تھے۔ ابوبکر اور آپکے اتباع ایمان سلامت نہیں لے گئے۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ انکے حق میں نہیں۔ وہ لوگ مرتد۔ فاسق ظالم خونریز تھے۔ اُنکے اعمال دنیا اور آخرۃ میں حبط ہو گئے۔ السابقون وہی ہیں جو ایمان صحیح پر مرے۔

ان اعتراضوں کے جواب میں سب سے پہلے ہم یہ دکہانا چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کتاب اور کلام نے السابقون الاولون کن کو کہا ہے اور اُن کے کیا نشان بتائے ہیں۔ اُن کے اعمال و افعال کی کیا تعریف کی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے اعمال و افعال کن لوگوں سے ظاہر ہوئے اور وہ تعریف اور علامتیں کس جماعت پر صادق آتی ہیں۔ پھر یہ دکہائیں گے کہ مرتد۔ فاسق۔ خونریز اور ظالم اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کن کو کہا گیا ہے اور اُن کے اعمال و افعال کیا بیان کئے ہیں اور انکی کارروائیوں کا کیا نتیجہ ہوا۔ اور ان ہی امور کے ضمن میں دیکھیں گے اور دکہائیں گے کہ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے خدا تعالیٰ کی کلام اور اسکے کام میں کیا مراد ہوتی ہے۔ کیا رضوان اللہ اور لعنۃ اللہ حقائق ثابتہ اور واقعی امور ہیں یا نا توان بے علم شتاب کار انسان کی رنج آفرین بے نتیجہ گالی گلوچ کے ہم پلہ اور ہم وزن ہیں۔

[illegible]

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان سب اعتراضوں کا کافی اور شافی جواب بسط اور تفصیل سے زندہ اور مبارک کتاب قرآن کریم نے خود دیا ہے۔ افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ شیعوں نے اور اسی طرح ان سب لوگوں نے جنہوں نے راہ حق سے کنارہ کشی اختیار کی ہے قرآن کریم کو قبلہ اور امام نہیں بنایا۔ اگر وہ لوگ اضطراب اور پریشانیوں کی تاریک راہوں میں اس نور اور ہدایت سے مدد لیتے تو جیسا کہ قرآن کریم کا زریں اور سچا دعویٰ ہے کہ وہ اختلافات کے درمیان حَکَم ہو کر آیا ہے سچے فیصلہ کی راہ انہیں ضرور ملجاتی۔ ہمارے سامنے اسوقت بھی اور قدیم سے لازوال طور پر دو ہی مستحکم غیر متزلزل قاعدے موجود ہیں جنہوں نے سچے اور واقعی فیصلوں اور نتیجوں کے پیدا کرنے میں کبھی خطا نہیں کی اور ان کو رہبر اور امام بنانیوالے کبھی نامراد نہیں ہوئے۔ وہ ہیں خدا کا کلام اور خدا کا کام۔ خدا کے کلام کی نسبت یہ پر ہیبت بلند دعویٰ کیا گیا ہے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔ اور خدا کے کام کی نسبت فرمایا گیا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ دو ہی چیزیں ہیں جنکی حفاظت کا ذمہ دار خود خدا ہے۔

خدا کی حفاظت کے معنے یہ ہیں کہ انسان کے فریب، منصوبہ اور کارسازی کا دست تصرف و تحریف ان دو مضبوط قلعوں میں مداخلت کرنے سے قاصر ہے۔ ان کے سوا باقی سب کتابیں غیر محفوظ اور تمام دست آویزیں انسانی دست برد کی پامال کردہ ہیں۔

میرے بیش قیمت عمر کا بہت سا حصہ مذاہب اور ملل کی کتابوں کے پڑھنے اور اُن کے عقائد و اصول کی تنقید و تحقیق میں صرف کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ اسکی رضا کی جستجو اور حق کی تلاش اور پیاس میں باوجود طرح طرح کی مشکلات کے اس قدر زحمت کو گوارا کیا۔ شیعوں کے بڑے بڑے متکلمین اور قابل فوق مناظرین کی کتابوں کو پڑھا۔ نصرانیوں کے مباحثات کو غور سے دیکھا۔ سب کو بڑے افسوس سے ایک ہی راہ پر قدم مارتے دیکھا۔ شیعہ اور نصرانی دونوں ایک ہی منصوبہ اور ایک ہی مقصد اور یکساں دل کی تحریک سے اپنے عقائد کی تائید اور دوسروں کی تردید کے لئے قصوں اور افسانوں کو بڑھ بڑھ کر پیش کرتے اور اسپر بڑے ناز سے اپنے تئیں کامیاب سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کی طرف آنے سے دونوں اس طرح گریز کرتے ہیں کہ افسوس ہے اُن کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ یا تو خدا تعالیٰ کے کلام و کام کا پاس و ہراس ان کے دلوں میں نہیں یا اس بات کا دلی شعور انہیں اس طرف آنے سے دھکے دیتا ہے کہ انہیں ان قلعوں میں پناہ نہیں مل سکتی۔ نصرانیوں نے اپنے توہمات اور تاریک خیالات کی ریزہ کاریوں سے ایک بت بنا رکھا ہے۔ ایک ضعیفہ عورت کے پیٹ سے نکلا ہوا ضعیف انسان۔ اُسے خدا مانا ہے۔ کس قدر فیصلہ کی آسان راہ ہے کہ خدا کے کلام اور خدا کے کام کو اس مقدمہ میں حکم ٹھیرائیں اور ان بے لاگ راست کار ججوں کے فیصلہ پر جو کچھ ہو سر تسلیم خم کریں۔

خدا کی کتاب جب پکار پکار کر کہتی ہے کہ وہ ناتواں عورت کا فرزند تھا۔ عام انسانوں کیطرح حوادث اور عوارض کا نخچیر لاغر تھا۔ اسکے افعال و اعمال میں کوئی ایسا امر نہیں پایا جاتا جو اسکے ہم جنسوں پر اُسے فوق اور ترجیح دے سکے یا عام انسانی دائرہ سے خارج ہو کر کوئی اور بلند اور پُرہیبت ہستی کے ادعا کا اُسے استحقاق بخشے۔ کتاب کہتی ہے کہ اس کے معجزات اور خوارق سے بڑھ کر دوسرے اسرائیلی نبیوں سے معجزات ظہور میں آئے۔ خدا کا کام بلند آواز سے اُسکی نسبت یہ گواہی دیتا ہے کہ تورات کے عام نبیوں کے برابر بھی کامیابی اُسے نصیب نہیں ہوئی۔ بڑی حسرت ناک نامرادی اور ذلت کے ساتھ اس جہان سے رخصت ہوا۔ اس کی قوت قدسی اور افاضہ کا یہ حال تھا کہ چند ناقابل التفات مچھوے جو اس کے پرائمری مکتب کے شاگرد تھے وہ بھی نمونہ کے اچھے ثابت نہ ہوئے۔ اُستاد کی زندگی میں ہی ان سے غدر اور عہد شکنی اور پست ہمتی کے وہ کام اور نمونے ظہور میں آئے کہ گویا مرشد کی

شیعہ اور نصاریٰ دونوں ایک ہی مقصد کو مد نظر رکھتے اور ایک ہی راہ پر چلتے ہیں

کلام اور کام کی گواہی مسیح کی نسبت

تعلق رکھنے والے کمزور دل پست ہمت بھی اُن کا نام لینا پسند نہیں کرتے۔

جب خدا کی کتاب اور خدا کا کلام ایک شخص کی نسبت یہ گواہی دیتے ہیں تو انصاف سے بتاؤ کیا ہم ایسا کہنے کا حق نہیں رکھتے کہ نصرانیوں کا معبود اور مقصود ان کے اپنے توہمات کا تراشا ہوا ایک فرضی بُت ہے کوئی حقیقت حقہ اس کے ساتھ نہیں۔ اسی طریق اور منہاج پر شیعوں نے چند بُت بنائے ہوئے ہیں جن کا سراپا ان کے اپنے ہی تاریک توہمات کا بیان کیا ہوا اور انپر اپنے خیالات کا رنگ و روغن چڑھایا ہوا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ خدا کے کلام اور اس کے کام سے اُن کے لئے خوبصورت پوشاک حاصل کرتے۔ خدا کے کلام سے دکھاتے کہ ائمہ۔ اوصیا انبیا اور خلفا کے یہ علامات اور صفات قرآن کریم میں آئے ہیں اور اُن کے اعمال اور نتائج اعمال خدا کے کلام نے یہ بیان فرمائے ہیں اور خدا کے کام نے اُن کی کامیابی اور نصرۃ اور اُن کے اعدا کی خذلان و ذلت کی نسبت یہ گواہی دی ہے۔ مگر افسوس تیغ طاق اور حلّی سے لیکر اسوقت کے سرکار دولت مدار قمی حائری تک بھی کسی نے ایسا نہیں کیا۔ پرانے وقتوں سے اب تک ایک ہی قسم کی انتھک کوشش کی جاتی ہے کہ اُن فرضی بُتوں کو ناولوں۔ افسانوں اور قصوں کے سپاہی اور پہلوان ثابت کیا جائے۔ اس بے ثمر نامراد کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ بارہ سو برس سے روتے چھاتیاں پیٹتے مونہہ نوچتے بدزبانیاں کرتے گالیاں دیتے اور اپنے دشمنوں کو کوستے چلے آتے ہیں مگر ابتک پہلے کو پچھلا اور پچھلے کو پہلا نہیں بنا سکے۔

غرض جتنی پوری تحقیقات اور کامل غور و فکر سے یہ دیکھا ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں خدا کے کلام اور کام سے کوئی سلطان اور برہان نہیں ہے جو تعریف و توصیف ان لوگوں نے اپنے بتوں کی نسبت کی ہے وہ بھی اپنے ہی خیالات کے تراشی ہوئی ہے خدا کے کلام اور کام کی اُس پر مُہر نہیں اور جو عیوب اور مثالب خدا کے قدوسیوں اور راستبازوں کی نسبت انہوں نے اپنی کتابوں میں بھری ہیں اُن کے اپنے کینہ جوشوں اور بُرے دلوں کے زہریلے بخارات ہیں خدا تعالیٰ کا کلام اور کام اُن برگزیدوں کو ان ناپاک ناموں اور مکروہ لقبوں سے بری کرتے ہیں اب میں حسب وعدہ قرآن کریم سے دکھاتا ہوں کہ ایمان اور ہجرت میں سبقت کرنے والے لوگ کون ہیں اور خدا کے مبارک کلام نے اُن کے صفات و حالات اور اعمال اور نتائج اعمال کیا بیان فرمائے ہیں۔

ان امور پر روشنی ڈالنے اور اس راہ سے ہر قسم کی تاریکی کے دور کرنے کے لئے سورۂ انفال سے عمدہ مشعل مجھے نظر نہیں آئی۔ اسی سورۂ شریفہ میں وہ آیت بھی ہے جس سے بحث کرنا اصل مقصود ہے۔ سچائی کو پوری طرح دل میں بٹھانے۔ حق کی قرار واقع تائید اور باطل کے استیصال کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام مبارک

سورۂ انفال [illegible]

سورۃ پر نظر کی جائے۔ اس لئے کہ اس میں منافقوں۔ مومنوں۔ مہاجروں اور ناصروں کے صفات اور آیات اور اعمال اور نتائج اعمال کو بڑے بسط اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حتی المقدور سعی کروں گا کہ ایک سعید اور ذہین طالب حق کے لئے حقائق کی طرف انتقال ذہن کا سامان اور مواد پیدا کروں۔ میں پوری بصیرۃ سے دعویٰ کرتا ہوں کہ اس سورہ شریفہ کی ترتیب اور نظام میں ذرہ سی غور کرنے سے اُن تمام مباحثات اور مجادلات کا محض فضول اور هرزه کاری ہونا ثابت ہو جائے گا جن سے کتابیں اور ہزاروں جلدوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ایک صاف اور واضح حقیقت تھی جسکو ایک قوم نے تاریک اور ناپاک اغراض کی تحریک سے اور دوسری قوم نے مدافعت میں غیر مستقیم منہاج پر قدم مارنے کے سبب سے جو خدا تعالیٰ کے کلام اور کام سے کوسوں دور جا پڑا تھا پُرپیچ ناقابل حل گورکھ دھندا بنا دیا۔ خدا تعالیٰ کی باریک حکمت اور زبردست ارادہ نے ذہنوں کو اس سچی اور ایک ہی حق راہ سے پھیر دیا کہ انسانوں کی نکالی ہوئی پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر قرآن کریم کی سیدھی راہ پر چلتے اور اپنی ساری نزاعوں میں اسی نور اور امام کو حَکَم بناتے۔

اب میں اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اس کے اتمام و سرانجام کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں هو ولیی فی الدنیا والاخرۃ علیہ توکلت والیہ انیب۔ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم واطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین۔ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم ایاتہ زادتہم ایمانا وعلی ربہم یتوکلون الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقنہم ینفقون اولئک ہم المومنون حقا لہم درجت عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم۔ ترجمہ: تجھ سے مال غنیمت کی نسبت پوچھتے ہیں اُنہیں کہہ یہ غنائم اللہ اور رسول کا حق ہیں۔ (ان کی تقسیم تمہاری خواہشوں اور ارادوں کے مطابق نہیں ہونی چاہیئے۔ اور خدا تعالیٰ کی تقسیم پر تمہیں راضی ہونا اور خدا اور رسول کی طرف سے شاکی نہیں ہونا چاہیئے اور جسے خدا اور رسول کی طرف سے زیادہ حصہ ملے اُسکی نسبت کم حصہ والوں کو دل میں ناراض ہونا اور بغض رکھنا اور ناملائم باتیں مونہہ سے نہیں نکالنی چاہیئے) سو ڈرو اللہ سے اور اپنے اقوال اور باہمی امور کی اصلاح کرو اور فرمانبرداری کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اگر مومن ہو۔ مومن وہی ہیں کہ جب اُسکا ذکر ہو تو اُن کے دلوں میں خوف پیدا ہو جائے اور جب اُسکی آیتیں اُن کے سامنے پڑھی جائیں تو اُن کے

ایمانوں میں ترقی پیدا ہو اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

اس مبارک سورۃ میں اللہ تعالیٰ ایک بھاری مقصد اور عظیم الشان امر کے لئے جس کی بنیاد اس میں رکھی ہے مومنوں کے دلوں کو تیار کرتا اور ان کو آداب و اخلاق سے آراستہ کرنا چاہتا ہے جو اُس نازک امر کے انصرام و انتظام کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ اور کامیابی اور فلاح کی لانظیر کلید بتاتا ہے وہ ہے مامور من اللہ کی اطاعت اور ایک ایسی بات سے خوف دلاتا ہے جو ہر قسم کی تباہی کا بنیادی پتھر ہے وہ ہے طلب دنیا انفال کی طلب اور تقسیم میں توجہ کرنا اور تنازع کا پیدا ہونا اس امر کو چاہتا تھا کہ ایسی جماعت کو جس کے سر میں یہ آرزو فانی مال کی پیدا ہوئی تہذیب اخلاق کے آداب سکھائے جائیں۔ اس لئے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اُن تمام بدنتیجوں کا ذکر کیا ہے جو حبِّ مال اور طلب جاہ سے پیدا ہوتے ہیں اور تحاسد اور تنازع کا خوفناک نتیجہ بطور پیشگوئی بیان فرمایا ہے کما قال ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم اور اس کے ساتھ ان لوگوں کی فضیلت بیان کی ہے جو اپنے سارے کاموں میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہیں اور وعدہ فرماتا ہے کہ اُس کے فضل کے وارث وہی لوگ ہوں گے کما قال الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم ...... اعظم درجۃ عند اللہ واولئک ھم الفائزون الآیۃ - انشاء اللہ اپنے اپنے محل پر ہر آیت کے مناسب مقام ذکر کیا جائے گا۔

خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں آٹھ دفعہ مومنوں کو خطاب کیا بعض باتوں کا حکم دیا اور بعض سے منع فرمایا ہے۔ ان سب میں پیشگوئیاں مرکوز ہیں جو آئندہ زمانوں میں بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔ قرآن کریم اور دوسرے صحیفوں میں غور کرنے سے خدا تعالیٰ کی یہ عادت معلوم ہوتی ہے کہ جس قوم کو کچھ امر اور نہی کرتا ہے ضرور ایک وقت اُس قوم پر آتا ہے کہ اُس کے کچھ افراد اس امر کی خلاف ورزی اور نہی کا ارتکاب کرتے ہیں اسکی مثال ہے یہود کو خدا تعالیٰ کا تاکید کرنا توریت کی حفاظت کی نسبت جسکا نتیجہ خدا تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق یہ ہوا کہ خود یہود کے ہاتھ سے توریت کا شیرازہ کھل گیا۔ اور زمانہ کی دراز دستی نے اسکی اصلی صورت کو مسخ کر دیا۔ اس کے خلاف قرآن کریم کی نسبت بجائے امر کے پیشگوئی کے طور پر یہ خبر دی کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون چنانچہ یہ مبارک کتاب اس وعدہ کے موافق انسانی چالاکی اور دستبرد سے اب تک محفوظ ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہے گی۔ دوسری مثال خدا تعالیٰ کا مسلمانوں کو یہود کے معایب سنا کر ان کے ہمرنگ ہونے سے خوف دلانا ہے جس سے سورۃ بقرہ بھری ہوئی ہے۔ یہ ساری باتیں بھی پیشگوئیاں تھیں۔ آخر مسلمانوں میں وہ ساری بدیاں پیدا ہو گئیں جو

اس سورۃ میں آٹھ دفعہ مومنوں کو خطاب کیا گیا ہے اور درحقیقت یہ آٹھ پیشگوئیاں ہیں۔

خدا تعالیٰ نے یہود کے حالات نافرجام میں ذکر فرمائی تہیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآن سے استنباط فرما کر ارشاد فرمایا تہا کہ تم یہود کی چال اختیار کرو گے۔ اور یہاں تک بھی فرمایا کہ اگر یہود سوسمار کی سوراخ میں داخل ہوں گے تو تم بھی اُنکے پیچھے داخل ہو گے۔ جسکا مقصد یہ ہے کہ مسلمان ایک زمانہ میں یہود کی خو بو کے اختیار کرنے میں ایسا غلو کریں گے کہ خالص یہود ہی ہو جائینگے اور ان کی طرح ہر قسم کے ظلم، شرارت اور بغاوۃ اور صالحین سے بُغض کریں گے۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ میں خصوصاً اس بڑی بھاری شرارت اور بغاوۃ سے پناہ مانگنے کی تاکید کی جو خدا تعالیٰ کے علم میں تہا کہ ایک وقت مسلمانوں میں ظہور میں آئے گی۔ کما قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یعنی اُن یہودیوں کی راہ پر چلنے سے ہمیشہ خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہو جو حضرت مسیح علیہ السلام کے انکار کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کے مستحق ہوئے۔ اور از بسکہ یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا عظیم الشان اور ضرور ضرور واقع ہونیوالا تہا اسطرح پر کہ آخری زمانہ میں تمام نبیوں کی پیشگوئیوں کے موافق خلفائے محمدیہ میں سے مسیح موعودؑ کا آنا مقدر اور مقرر تھا علیم حکیم خدا نے نمازوں میں اس سورۂ مبارکہ کی تکرار اور پڑہنا فرض کر دیا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے منشاء اور امر کی تاکید و تائید کے لئے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب فرمایا۔ لیکن آخرکار خدا تعالیٰ کی سنت پوری ہوئی اور سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی بتائی ہوئی پیشگوئیاں یہود کے حالات کے لباس میں حرفاً حرفاً پوری ہوئیں۔ مسلمان ایک لمبے زمانہ سے یہود کیطرح تباہ حال اور ذلیل اور پراگندہ تو ہو ہی چکے تھے مگر افسوس اس موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام پر انکار و تکفیر سے اُنہوں نے یہود کی اس آخری سنت کو بھی اختیار کر لیا جس سے ان کو اس قدر تاکید اور شدومد سے ڈرایا گیا تھا۔ اگر ان لوگوں میں سعادت اور رشد کا مادہ ہوتا تو سورۂ فاتحہ ان کے لئے کافی رہنما تھی۔ اگر آخری زمانہ میں ان بدبختوں کی قسمت میں مسیح موعودؑ کی عداوۃ کی وجہ سے یہود سیرت ہونا اور خدا تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا مورد ہونا نہیں تھا اور خدا تعالیٰ کو اس چال اور اس کے بد نتیجہ سے ڈرانا مقصود نہیں تہا اور اس جنس کا کوئی امر واقع ہونیوالا ہی نہ تہا تو یہود مغضوب کی کس چال اور حال سے بار بار پناہ مانگنا سکھایا گیا اور کس خوف کی بنا پر سکھایا گیا۔ اگر کوئی ایسا مسیح موعودؑ مقدر اور مقرر تھا جو تمام مسلمانوں سے ہاتھ ملانے والا اور ان کو خزانے دینے والا ہوتا اور اسے پرخاش اور ستیز وآویز ان نیک چلنوں سے نہ ہونی تھی اور آتے ہی سب کو بلا چون وچرا اس کے آگے سر تسلیم خم کر لینا تہا جیسا کہ بدقسمتی سے اعتقاد کیا گیا ہے تو یہود مغضوب کیسے اور اُسپر ڈرانا کیسا۔ حق بات یہی ہے جو مسلمانوں سے عملاً ظہور میں آئی ہے۔ خدا تعالیٰ کیطرف سے بھی اُسی صفت و تکفیر کا موعود تہا

سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ میں مسلمانوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیشگوئیاں

جو اسکی سُنّتِ مستمرہ کے مطابق مقدر تہا اور مسلمانوں کے یہودی بنجانے کے لئے اُس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو غیر المغضوب
علیہم میں پیشگوئی کے طور پر بیان کیا گیا تہا - آہ آہ کس قدر صاف بات اور واضح حقیقت تھی - مگر ضرور تہا کہ ایسا ہوتا
اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے مونہہ کی باتیں پوری ہوں اور ثابت ہو جائے کہ قرآن کریم ہمہ قدرت - ہمہ علم اور پر حکمت
خدا تعالیٰ کا زندہ کلام ہے -

ایسا ہی قرآن کریم میں بہت جگہ مومنوں کو خطاب کرکے اخلاق رذیلہ سے ڈرایا اور اخلاق فاضلہ سے آراستہ
ہونے کے لئے امر فرمایا ہے - ان خطابوں سے بالبداہت ثابت ہوتا ہے کہ انسانی فطرۃ میں تفاضل درجات
ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا فرمانا وقد خلقکم اطوارا بالکل سچ ہے - یہ کہنا یا ماننا یا تصور
کرنا کہ تمام صحابہ صدیقی اور فاروقی صفات اور سیرۃ کے تھے خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کے خلاف ایک فرضی غیر
واقعی بات کا اعتراف کرنا ہے - اب خواہ یہ مانا جائے کہ بعض کمزوریاں جو انسانی فطرۃ کے موافق انسانی
جبلّت کی تحریک سے اضطراراً سرزد ہوتی ہیں اس زمانہ میں بعض لوگوں میں موجود تہیں اور یہ نہایت سچی بات
اور حقیقت واقعہ ہے یا یہ کہا جائے کہ ان خطابوں اور امروں میں یہ پیشگوئیاں مندرج ہیں کہ آئندہ کسی
زمانہ میں قوم کے بعض یا اکثر افراد کی ایسی حالت ہو جائے گی کہ وہ خدا تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں کو کرنیوالے
اور مامور باتوں سے کنارہ کش ہو جائیں گے بات دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے - تفاضل درجات
یا ایمان اور اعمال صالحہ میں تفاوت مراتب ایک بات ہے جو خدا تعالیٰ کی سُنّت کے مطابق انسانی فطرۃ میں
خمیر کیا گیا ہے - انبیاء سے لیکر تمام مومنین کے قوے تک خدا تعالیٰ کی اس سنت کے نظارے نظر آتے ہیں -
خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ کمزوریاں جو انسانی فطرۃ کیموافق مومنوں سے ظہور میں آتی ہیں - انکے ایمانوں کی نقص شان کی موجب نہیں ہوتیں
ہاں اسمیں بھی شک نہیں کہ کمزور مومن ان درجوں اور فضیلتوں کے وارث نہیں ہو سکتے جو خدا تعالیٰ کے ارادہ ازلی
اور حکمت کے موافق قوی الایمان کارکنوں کے حق میں مقدر ہوتی ہیں - اور بڑی بات یہ ہے کہ اسمیں
اللہ تعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے کہ عنقریب اُنہیں **فرقان** دیا جائے گا - جس کا مطلب یہ ہے
کہ اُنہیں اولاً ان کے ہم جنسوں پر اُن کے اعمال و املاک پر انکی زمینوں پر اور پھر دنیا کی قوموں پر قبضہ
اور تصرف بخشا جائیگا اس لئے کہ سچا فرقان جس کے معنے ہیں حق اور باطل یا مومن اور اس کے غیر
میں امر فارق کا پیدا ہو جانا اس کے سوا نہیں ہو سکتا کہ مومنوں کو قاہر اور مطلق حکومت مل جائے اور
وہ لوگ جو اُن سے عداوت کرتے اور انکی تحقیر کرتے اور اُنکے استیصال کے منصوبے باندہتے ہیں انکی

خطاب درحقیقت پیشگوئیاں ہیں

حکومت کے جوے کے نیچے اُنکی گردنیں آجائیں - چنانچہ اسی سورۃ شریفہ میں **یوم بدر** کو خدا تعالیٰ نے یوم الفرقان کہا ہے جیسے فرمایا ہے یوم الفرقان یوم التقی الجمعان - اس کو فرقان اس لئے فرمایا ہے کہ بدر میں ہی وہ صنادید عرب اور ائمۃ الکفر مارے گئے جو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے اصل دشمن اور موذی مخالف تھے - انکی ہلاکت سے اسلام کی پائداری اور بقا کا بنیادی پتھر رکھا گیا اور بعد ازاں رفتہ رفتہ اسپر عالی شان عمارت بنتی گئی - غرض اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ زندگی بخش مژدہ سناتا ہے کہ تمہیں عنقریب پوری صفائی کی حکومت ملنے والی ہے جس میں کوئی شریک منازع اور حریف مقابل نہیں ہیگا جیسے فرمایا یاایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا -

پھر بیان فرماتا ہے کہ اس جاہ اور حکومت اور فضل ربانی میں سب سے اعلیٰ اور اکمل اور درخشاں اور قابل رشک حصہ اُن لوگوں کو ملے گا جنہیں خدا تعالیٰ کے سابقہ ازلی سے سبقت الی الایمان اور سبقت الی الہجرۃ کا ذاتی شرف اور قیمتی جوہر عطا ہوا ہے - وہی اس دنیا کے آسمان کے لئے نجوم زاہرہ ہوں گے اور وہی خدا تعالیٰ کی آخری بادشاہت میں عزت اور آرام کے تختوں پر جلوہ گر ہوں گے جیسے فرمایا والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان الایۃ - پھر خصوصیت سے اُس امام السابقین امام المہاجرین - امام الانصار اور اسوۃ المومنین الی یوم الدین کا ذکر کرتا ہے جس کو واقعی اور حقیقی حکومت اور عظیم الشان **فرقان** یا خلافت و نیابت کا تاج پہنایا جائے گا اور دوسرے اُس کے اتباع اور اُسی کے صبغہ میں رنگین ہونے اور اُسی کی اطاعت کے سبب سے اُس فرقان سے بقدر ہمت و اخلاص بہرہ یاب ہوں گے - اُس امام السابقین کا ذکر اس طرح فرماتا ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا الایۃ - اس **غار کی معیت** سے جس سے اشارہ یہ ہے کہ دنیا کی پُرفتن اور پُر امتحان منزلوں اور سختی اور دکھوں کی تاریک گھڑیوں میں اسی شخص نے حق رفاقت اور حق معیت ادا کیا ہے خدا تعالیٰ نے اپنے طرز کلام سے جیسا کہ اُس کی عادت ہے عقلمندوں کو سمجھا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کے سچے نتیجہ اور رسالت عظیمہ کی غرض و غایت کے حقیقی اور ابدی ثمرہ خلافت و نیابت کا وارث بھی کامل انسان اور یار غار ہوگا جسے تمام قوم سے حکم الٰہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے چُن لیا اور معیت الٰہیہ میں رسول کے ساتھ اُسے پورا شریک اور حصہ دار بنایا - غرض اس بڑے دن کے واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے جو دلوں کے جذبات

کے لئے بڑے امتحان کا وقت ہوتا ہے اور ایسے وقتوں میں ایمانوں اور نفسانی خواہشوں میں خوفناک تجاذب اور تنازع واقع ہوتا ہے خدا تعالیٰ قوم کو آداب و اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ جب مہاجرین سابقین کو یعنی اُن کے اُس امام اور اُسوہ کو جو امام الناصرین اور خیر الرفقا ہے وہ حقیقی غنیمت **خلافت الرسول** ملی جو **انفال** کی جان اور اصلی مغز ہے تو اُسوقت تمہارا وتیرہ اور شعار کیا ہونا چاہیئے۔ ایسے وقت میں دلیں ناراضمندی کا پیدا کرنا اور نامناسب باتوں کا اظہار یا اخفا کرنا تقویٰ اللہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ **انفال** اللہ کی عطا اور فضل اور رسولؐ کی کامل اتباع اور کامل معیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا فضل انسان کی رائے اور عقل کے موافق کسی کے حصہ میں نہیں آتا۔ مطلب یہ کہ خلافتِ نبوت خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ جیسے **نبوۃ** خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور انسانوں کی رائے اور عقل اور تمیز کا اس میں دخل نہیں اسی طرح خلافت نبوۃ خدا تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک سچا حقدار اور حقیقی وصی پیچھے رہ جائے اور ایک غیر مستحق خدا تعالیٰ کے فضل سے بالکل خالی اور عاری بر غرض قوم کے زور اور رائے سے آگے بڑھ جائے۔

ممکن ہے کہ ایک ناواقف خدا تعالیٰ کے کلام کے طرز و طریق سے اس تفسیر کو سنکر مضطرب ہو اور شتاب کاری سے تفسیر بالرائے کا فتویٰ اس پر لگا دے مگر خدا تعالیٰ آگاہ اور گواہ ہے کہ ہم تفسیر بالرائے کو حرام اور خدا تعالیٰ کے سخط کا موجب اعتقاد کرتے ہیں۔ میں اس تمام سورۃ کے اسرار اور غوامض کے حل کرنے کے لئے خود اسی کے اندر سے کلید پاتا ہوں اور قطعاً بے نیاز ہوں اس سے کہ کتاب اللہ کے باہر کسی اور گھاس پھونس کو پنجہ ماروں۔ جب یہ سورۃ اپنی زرین ترتیب اور محکم نظام سے صاف صاف ان معانی حقہ کیطرف رہبری کرتی ہے تو سخت ناانصافی یا کورانہ تقلید کی راہ ہوگی اگر کوئی شخص اسے دل کی تراشی ہوئی تفسیر کہے۔

میں اس سے انکار نہیں کرتا کہ انفال سے وہ روپے پیسے اور متاع دنیا بھی مراد ہو جو فاتح قوم کو مفتوح جماعت کے پامال کرنے سے حصہ میں آتے ہیں جیسا کہ مفسرین نے اپنی تفسیروں میں لکھا اور اس کے لئے شان نزول تحریر فرمائے ہیں۔ مگر اس سورۃ مبارکہ کی ترتیب واقعات اور نظام بلیغ کو مدنظر رکھ کر جیسے منافقوں اور مومنوں اور مہاجروں کا اس میں مذکور ہوا ہے خدا تعالیٰ کے کلام کو اس کے معجز آفرین نظام سے درہم برہم کرنا اور نیچے گرا دینا ہوگا اگر انفال سے چند روپے یا اور دنیوی متاع از قسم حلی و حلل اور اسلحہ وغیرہ حد بست کرکے مراد لئے جائیں۔ یہ نہایت سچی بات ہی کہ پورے ابھرے ہوئے اور درخشاں ظاہر کے نیچے ایک زبردست حقیقت ابتدائے سورۃ سے آخر تک اسی طرح چلی جاتی ہے جیسے تسبیحوں کے ہزار دانوں کے اندر چھپا ہوا تاگا۔

اس حقیقت کو جب تک پیش نظر نہ رکھا جائے تمام سورۃ کی آیات کی خوبصورت ربط اور بلیغ ترتیب میں اختلال واقع ہوتا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ مفسرین الا ماشاء اللہ غیر ثابت اور فضول شان نزول کو کلید کار اور مبنی غرض کرکے ایک آیت پر کلام کرتے ہیں اور اُسے وہیں بند کرکے پھر دوسری آیت کو اسطرح لیتے اور کہتے ہیں کہ وہ گویا ایک الگ عالم کی بات ہے اور پہلی آیت سے اس کا ربط اور تعلق کوئی ضروری بات نہیں بلکہ بعض خشک اور بے مغز مدعیان تفسیر بیان تک دور نکل گئے ہیں کہ وہ اعتقاد کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیتوں میں کوئی ربط نہیں اور کہتے ہیں کہ ربط دینے کی کوشش کرنا بے سود اور معصیت ہے۔

علم تفسیر ایسی بیہودہ اور قابل مضحکہ اعتقاد کے نتیجے سے بھری ہوئی ہیں۔ اس غلط ناشدنی گردن زدنی اعتقاد کی زہر یہاں تک پھیلی کہ یورپ کے جاہل نقادوں کو اور ایسا ہی سیاہ دل نصرانی معترضوں کو دلیری اس بات کے کہنے کا موقعہ مل گیا کہ قرآن کریم بے جوڑ اور بے ربط ہے گویا نعوذ باللہ غزل کے اشعار کا ہم پلہ ہے کہ ایک شعر کو دوسرے کوئی ربط نہیں ہوتا یا نعوذ باللہ ایک دیوانہ کی بات ہے کہ جو کچھ مونہہ میں آیا بلا لحاظ ربط ضبط کے کہہ دیا۔ اسی گندہ ناپاک اعتقاد کا یہ نتیجہ ہے کہ ملحدوں کو اس بات کے کہنے اور لوگوں کو عقیدہ کی طرح منوا دینے کا موقعہ ملا کہ قرآن کریم محفوظ نہیں رہا اور بہت سا حصہ انسانی دست برد کی بیداد گری نے اس میں سے ضائع کر دیا جو ایک قوم کے عقیدہ کی تائید میں تہا۔ ورنہ قرآن کریم من اولہ الی آخرہ ایسی خوبصورت ترتیب اور مربوط نظام پر واقع ہوا ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ ایک حرف بہی اس سے کم ہو سکے یا تدبر سے پڑھنے والا دل میں اس وہم کو جگہ بہی دے سکے کہ اس سے کچھ حصہ کم ہو گیا ہے اور اس کی ترتیب و نظام میں اختلال پیدا ہو گیا ہے۔ اگر گذشتہ قومیں قرآن شریف میں یا مثلاً اسی سورۃ شریفہ میں اس نگاہ اور لحاظ سے غور کرتیں جیسے خدا تعالیٰ کے خاص فضل نے ہمیں توفیق بخشی ہے تو مدتوں سے حق اور باطل یا سُنیت اور شیعیت کی نزاع کے فیصلہ کے لئے پکی اور روشن راہ تیار ہو چکی ہوتی مگر حق بات یہ ہے ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

قرآن کریم کی آیتیں شروع سے آخر تک منظم و مربوط ہیں

اس کے آگے فرماتا ہے کہ سچے مومنوں کا نشان یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا منشاء قرائن اور واقعات سے معلوم کرکے اُس کے آگے ادب سے سر جھکا دیتے اور اپنی رائے اور ہوا کو قطعاً چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر نگاہ اور توکل کرکے خدا تعالیٰ کے خلفاء اور خلفاء کے کاموں پر نکتہ چینی کرنے سے ڈر جاتے اور

تفاضل درجات اور ترجیح وایثار کو خدا تعالیٰ کی ہمہ دانی اور باریک حکمتوں کی کارروائی سمجھ کر شرح صدر سے
قبول کرتے ہیں۔ اس تسلیم اور رضا بالقضا اور خلفائے حق پر زبان اعتراض نہ کھولنے کے سبب وہ بھی اُن
خلفاء کی اتباع باحسان کا ثمرہ پا لیتے ہیں۔ انہیں بڑے بڑے مدارج اور رزق کریم ملتا ہے اور اکرام و تعظیم
میں خلفاء کے حقوق سے پورے حصہ دار بنجاتے ہیں جیسا کہ اُن تمام اصحاب کو اس وعدہ اور فضل سے
کافی حصہ ملا جنہوں نے آدمِ اول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور پھر آدمِ ثانی صدیق اکبر علیہ السلام کی
اخلاص اور احسان سے اطاعت کی اُنہوں نے خلافت حقہ کو شرح صدر سے قبول کیا اور اس خوفناک سلوت
میں جو زلزلہ عظیم اور رستخیز کا وقت تھا کامل ایمان اور کامل فراست کا ثبوت دیا۔ اس کے آگے اللہ تعالیٰ
اپنے علم غیب اور قدرت کاملہ کا ثبوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کیوں کرنی چاہیے
اور کس لئے اپنی رائے اور ہوا کا اس معاملہ میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کما اخرجک ربک
من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین لکارھون یجادلونک فی الحق بعد ما تبین
کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ جیسا کہ نکالا تجھے تیرے رب نے تیرے گھر سے ساتھ حق کے
اور ایک فریق مومنوں کا اُس نکلنے کو ناپسند کرتا تھا اور جھگڑتے تھے اس حق میں بعد واضح ہوجانے کے
بھی گویا وہ موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں دیکھتے دیکھتے۔

اس مثال سے اللہ تعالیٰ کامل اطاعت اور پوری تسلیم کا سبق دیتا ہے۔ اور سکھاتا ہے کہ مسلمان کو
خدا تعالیٰ کے کسی فعل پر اور خدا کے رسول کے کسی کام پر اعتراض نہ کرنا چاہیے اگرچہ بادی النظر میں خدا تعالیٰ
کا کوئی انتخاب اور کوئی خاص فعل اُس کی نگاہ میں قابل اعتراض ہو۔ اور اپنی رائے کے خلاف اور ہوا کی
تحریک اور جوش کے وقت یہ یقین کرنا چاہیے کہ انجام کار کا علم اُس ہمہ قدرت اور ہمہ علم پاک ذات کا
خاص حصہ ہے۔ جیسے اُس وقت خدا تعالیٰ کی ہمہ قدرت اور ہمہ علم کا واضح ثبوت ملا اور ظاہر ہو گیا کہ خلیفۃ اللہ
کے افعال و حرکات سراسر حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں جب کہ خدا تعالیٰ۔ کی انجام بین اور قادر مطلق
حکمت نے بدر کے موقعہ پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صنادید عرب کے مقابلہ کے لئے مدینہ طیبہ سے باہر
نکالا۔

وہ ایسا نازک وقت تھا کہ اسلام ایک ناتوان بچہ کی طرح بے سامان اور بے نوا اور ہر پہلو سے کمزور
تھا اور دشمن بالمقابل ہر قسم کے سامان سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ ایسے وقت میں ناتوان اور بے علم بشر صرف

اپنے پس و پیش کو دیکھ کر بعض لوگوں کو خلیفۃ اللہ کے اس گرامی قدر فعل پر اعتراض کرنے کی تحریک دی۔ مگر انجام کار یہ ہوا کہ اس لڑائی میں خدا تعالیٰ کی نصرت خلیفۃ اللہ کے شامل حال ہوئی۔ اور وہی جنگ الفرقان کے نام سے موسوم ہوئی اور کفار اور مومنوں کی قسمت کا آخری فیصلہ کرنے والی ٹھیری۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ہر ایک دعوے کے ساتھ اُسکی دلیل پیش کرتا ہے اس لئے کہ گذشتہ نظیر کے ساتھ جو درحقیقت اس کے انعام اور فضل کی واقعہ شدہ داستان کی یاد دہانی ہوتی ہے قوٰے میں سچی سکینت اور کامل شجاعت اور توکل علی اللہ کی صفت پیدا ہوجاتی ہے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جسطرح اس جگہ بعض لوگوں کو جو ہنوز تربیت کی گود میں معصوم بچوں کی طرح تھے حضرت رسول کریمؐ کے مدینہ سے نکلنے پر اضطراب پیدا ہوا اور وہ نہ جانتے تھے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اسی طرح اسلام کے آدم ثانی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے وقت بعض مومنین کو جو انصار سے تھے اضطراب اور کراہت پیدا ہوئی اور یہ عادۃ اللہ ہے کہ ہر ایک مہتم بالشان امر کے وقت طبعاً انسان دو فریقوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں اس لئے کہ آخرکار حق غالب آکر اور خدا کا منشا پورا ہوکر مومنوں کی ترقی ایمان کا موجب ہو۔ خدا تعالیٰ کی سنت نے ہمیشہ سے یہی انداز رکھا اور اسی طریق کو پسند کیا ہے کہ جیسے انسان کے جسمانی قوےٰ رفتہ رفتہ نشو و نما پاتے ہیں روحانی قوےٰ میں بھی تدریج سے ترقی پیدا ہوتی ہے۔ جسطرح واقعات نے دکھایا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں قرار یافتہ امر پر اس عظیم الشان انصاری کو اضطراب ہوا اور وہ خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الرسول کے فعل پر معترض ہوا اور نہ سمجھ سکا کہ یہ شوریٰ اور مومنین کے سواد اعظم کا اجماع صدیقی خلافت پر خدا تعالےٰ کے کلام اور کام کے تابع اور حرفاً ہم آہنگ ہے اور بعض کمزوری سے اُسکی رائے کی تائید بھی کرتے تھے۔

بااین ہمہ اس حرکت نے قابل عزت مومنوں کی فہرست سے اُسکو خارج نہیں کیا اسی طرح بدر کے موقعہ پر بعض مومنوں نے دل کی کمزوری کا اظہار کیا اس لئے کہ اُن لوگوں کی کامل پیروی ہی قابل نمونہ عزت اور عظمت ظاہر ہو جو طاعت میں فنا شدہ اور اپنی رائے اور ہوا کی میر وص کینچلی سے پوری طرح نکل چکے ہوئے ہیں۔ واقعات نے اس امر میں کوئی شک و شبہ رہنے نہیں دیا کہ مومنین سے بعضے ایسے ہوتے ہیں جو نبوت کے دل و دماغ کی طرح گویا دست قدرت سے تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ وہ نبوت کے صدقے آغاز یا نبوۃ کے عین شباب میں اس طرح شرح صدر اور تصدیق قلب سے حصہ رکھتے اور مقاصد نبوت کی اتباع اور اجرا میں اس طرح سرگرمی اور جوش دکھاتے ہیں کہ اُن کی کارروائی کی کتاب کی ضخیم جلد کا آخری صفحہ

آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر بعض انصار کا اعتراض ہوا

پڑھ کر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ پہلا صفحہ کامل بلاغت و فصاحت کے چمکدار موتیوں سے بھرا ہوا ہے یا آخری صفحہ۔ اسکی نظیر حضرت آدم ثانی خلیفہ بلافصل حجۃ اللہ البالغہ ابوبکر صدیق ہیں۔ کوئی فرق کر سکتا ہے کہ جو انفاق اور مواساۃ کا ثبوت آپ نے اسلام کے حق میں مکہ معظمہ کی پُرفتن حالت میں دیا وہ زیادہ واضح اور قطعی تھا یا جو مدینہ کی زندگی اور نبوۃ کی خلافت کے عہد میں دیا۔ اسی طرح بعض کی استعدادیں بڑی بڑی ٹھوکروں اور امتحانوں کے بعد اُس ہموار پٹڑی پر آتی ہیں جو صراط مستقیم اور منہاج قویم ہوتی ہے۔

اس امر کے دیکھنے کے لئے کہ فطرۃ کی کمزوری اور استعداد کی کمی سے بعض لوگوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکلنے پر اعتراض کیا اور وہ مومن تھے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک مومن اور قابل تربیت تھے اس واقعہ کے بیان کے بعد دوسرے رکوع کو پڑھنا چاہیئے جہاں اللہ تعالیٰ انہی کا رہنمو کو خطاب کرتا اور آداب و اخلاق سکھاتا ہے جیسے فرماتا ہے یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ ولا تولوا عنہ وانتم تسمعون۔ ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون۔ اور فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا ان اللہ یحول بین المرء و قلبہ وانہ الیہ تحشرون واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ ترجمہ اے مومنو بچی فرمانبرداری کرو اللہ اور اُس کے رسول کی اور نہ پھرو اُس سے اور تم سُنتے ہو اور نہ بنو مانند اُن لوگوں کی جنہوں نے کہا کہ ہم نے سُن لیا ہے اور وہ سُنتے نہیں۔ زمین پر چلنے والوں سے بدترین اللہ کے نزدیک وہ بہرے اور گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے اور اگر خدا اُن میں کوئی خیر و خوبی جانتا تو اُنہیں دلائل اور حجج تفہیم کے طور پر سناتا۔ اور اگر سناتا بھی تو جب بھی وہ منہ پھیر کر ہٹ جاتے۔ اے مومنو مان لیا کرو اور جلد تعمیل کیا کرو اللہ کی بات کی اور رسول کی بات کی جب (خدا کے امر سے رسول) تمہیں بلاتا ہے ایسے امر کی تعمیل کی طرف جو تمہاری زندگی کا موجب ہے (جیسے جہاد جو بظاہر خوفناک اور موت کا موجب ہے مگر آخر کار ایمان و اسلام اور قوم کی حیات ابدی کا باعث وہی ہے) اور خوب جان لو کہ جلد تعمیل ارشاد نہ کرنے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر آدمی اور اسکے دل میں آئندہ کے لئے ایک روک پیدا کر دیتا اور توفیق چھین لیتا ہے اور جینا کب تک آخر اسی کے

ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وھم لا یسمعون

حضور میں تم سب کو جمع ہونا ہے۔ اور اپنا بچاؤ کرلو ایسے فتنہ سے جو عام ہوگا اور تم میں سے ظالموں پر ہی موقوف و محدود نہ ہوگا اور خوب جان لو کہ اللہ شدید العقاب ہے۔

واتقوا فتنة ۔ اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ وہ **فتنہ** کس قسم کا فتنہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ڈراتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ مومنوں سے خدا تعالیٰ کا خطاب ہوتا ہے کونسا فتنہ تھا اور آئندہ کونسا فتنہ پیدا ہونیوالا تھا۔ اس لئے کہ عادۃ اللہ کے موافق یہ امر اور خطاب خبر دیتا ہے کہ اگر اسوقت نہ موجودہ حالت کے فتنہ سے بچاؤ کا بندوبست نہ کریں گے تو آئندہ خطرناک فتنوں کا باب وا ہو جائے گا۔

قرآن کریم میں تدبر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف آرا اور تفرق کلمہ کو اس جگہ فتنہ کہا گیا ہی اس لئے کہ قومی عمارت کی چھت کے شہتیر کو جب بوسیدہ کیا ہے اسی خوفناک دیمک نے کیا ہے جو زمینی کیڑا اور پست ہمتی کے سڑے ہوئے مادوں سے تولد یافتہ کرم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اُن مومنوں کی تعریف فرمائی ہے جو ربوبیت الٰہی پر بھروسہ کرتے اور اس بھروسہ اور ایمان کی طفیل سے حسد اور ڈاہ اور غل و غش سے بچ جاتے اور فضیلت یافتوں کی نسبت بدگمانی کرنے اور اُن سے اُلجھنے سے جسکا مایۂ خمیر حسد اور ڈاہ کا مرض ہوتا ہے محفوظ رہتے ہیں کما قال وعلیٰ ربہم یتوکلون اور مومنوں کی صفت اور علامت بتائی ہے **الذین یقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰہم ینفقون** ۔ یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری رعایت کرتے ہیں۔ جب کسی انسان کو یہ شرف مل جائے کہ اُسکی نگاہ میں خدا تعالیٰ اور بنی نوع کے حقوق کی رعایت ہمیشہ ملحوظ رہے اُسے اس رعایت کے شرف کے یہ خوبی بھی مل جاتی ہے کہ حسد اور بغاوت کے موذی اور مہلک مرض سے پوری شفا پا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ **اقامۃ الصلوٰۃ** سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے بظاہری ہیئت اور صورت مومنوں کی آپس میں شانہ سے شانہ جوڑ کر اور پاؤں سے پاؤں ملا کر ایک خوشنما پریڈ کی شکل میں ایک ہی سمت کو متوجہ ہو کر کھڑا ہونے کے اتحاد اور اتفاق کو ظاہر کرتی ہے اسی طرح اس سے روحانی سبق تفرق کلمہ سے بچ جانے اور سچے اتفاق اور امام و مقتدا کی اطاعت و انقیاد کا ملتا ہے۔

اس امر کی تائید میں کہ **فتنہ** سے مراد یہاں اختلاف رائے اور تفرق کلمہ ہے۔ مجمع البیان طبرسی (یہ پرانے زمانہ کا شیعہ مفسر ہے) میں ابن زید سے ایک قول نقل منقول ہوا ہے وقیل ھی الضلالۃ وافتراق الکلمۃ ومخالفۃ بعضہم بعضاً۔ علامہ طبرسی کے نزدیک گویہ قول کمزور ہو مگر بات سچی یہی ہے اس لئے کہ قرآن کریم کی اسمیں تائید ہوتی ہے۔ ابن زید کے اس قول سے اتنا پتا تو ضرور لگتا ہے

اختلاف رائے اور حب دنیا تمام فسادوں کی جڑ ہے

کہ قوم میں ایسے بھی لوگ تھے جو یقین کرتے تھے کہ بعض مومنوں سے ایسی کمزوری ظہور میں آئی کہ دنیوی لالچ اور مال کی حرص نے انہیں حضرت مامور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے کی تحریک دلائی اور انکی اس حرکت سے تفرق کلمہ اور اختلاف آراء کا بیج پڑا اور آئندہ کے لئے اسی جنس کے مگر بہت بڑے فتنوں کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اب قرآن کے سیاق اور ابن زید کے قول سے یہ امر بخوبی ثابت ہوگیا کہ وہ تفرق کلمہ اور اختلاف باہمی کا فتنہ تھا جو فانی مال کی حرص سے پیدا ہوا۔ اس بات کی تائید بڑی صفائی سے یہی واقعہ بدر کرتا ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمتہ ویقطع دابر الکافرین

اور جب اللہ تمہیں وعدہ دیتا تھا کہ دو گروہوں سے ایک گروہ تمہارے قبضہ اور تصرف میں ضرور آجائے گا اور تم یہ آرزو کرتے تھے کہ قافلہ تجارت تمہارے قابو میں آجائے اور شہد بے غوغائے مگس مل جائے اور اللہ کا ارادہ اپنے وعدوں اور پیشگوئیوں کے موافق حق کو ثابت اور قائم کرنا اور ائمۃ الکفر کی بیخ کنی کرنا تھا۔ کس قدر صفائی سے یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ اور مامور من اللہ کا منشا اور ارادہ یہ تھا کہ قریش کی فوج سے جنگ واقع ہو اور یہ بات ہوائے نفس اور حلاوۂ زندگی کے خلاف تھی اور بعض مومن چاہتے تھے کہ قریش مکہ کے اس قافلہ تجارت پر حملہ کریں جو امن کی حالت میں بغیر ہتیاروں کے حضرت ابو سفیان رضؓ کے زیر امارت شام سے مکہ کو جا رہا تھا۔ متاع دنیا کی حرص نے دلوں میں وسوسہ ڈالا اور دل کی کمزوری سے حضرت مامورؐ کے امر اور ارادہ کی نسبت بعض نے زبان اعتراض کھولی۔ اس مثال سے خدا تعالیٰ اس حقیقت کی تعلیم دیتا ہے کہ مسلمانوں کو جب کبھی تباہی اور بد دلی پیش آئے گی افتراق کلمہ اور خبط* مال سے پیش آئے گی۔ درحقیقت یہ اخبار عن الغیب یا زبردست پیشگوئی ہے جو خبر دیتی ہے کہ جس زمانہ میں حرص جاہ اور طلب مال دنیا کا مرض مسلمانوں کو چمٹے گا وہ اُن کے لئے بڑے بھاری فتنوں اور تباہیوں کا زمانہ ہوگا۔ اور اسلام کی شوکت اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید مسلمانوں کے شامل حال اسی وقت تک رہیگی جب تک وہ اس مہلک مرض سے محفوظ اور خدا اور رسول کے منشاء کے موافق کاربند ہوں گے۔

یہ امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ ان آیات کے نزول کے وقت وہی افتراق کلمہ اور مامور من اللہ پر اعتراض کرنے کا فتنہ تھا جس کی جڑ حب اموال دنیا تھی اب رہی یہ بات کہ ایسی کمزوری کن مومنوں سے

* احد اور حنین میں جو مصیبت مومنوں پر پڑی وہ بھی اسی راہ سے آئی۔ انشاء اللہ آئندہ کسی موقعہ پر اسکا ثبوت دیا جائیگا۔ منہ

ظہور میں آتی ہمارا کام نہیں کہ ہم ایسے امور کو روشن سطح پر لاکر رکھ سکیں جن پر خدا تعالیٰ کی ستاری کی بڑی موٹی اور گاڑھی چادر نے تاریکی ڈالی ہے۔ اور نہ درحقیقت زندہ۔ مبارک اور ابدی کلام کا ایسا کام ہونا چاہیئے کہ وہ خاص شخصوں اور شخصیات کے متعلق محدود ہو جانے والا کلام کرے۔ خدا تعالیٰ کا کلام صفات اور علامات ایک شخص یا شخصوں کی بیان کرتا ہے اور از بسکہ اس عالم میں ہمیشہ دوری سلسلہ یا بُروزی سلسلہ جاری رہتا ہے وہ علامتیں اور صفتیں ہمیشہ زندہ رہتی اور حث و ترغیب کا وہی کام دیتی ہیں جو آغاز نزول اور معہود فی الذہن شخص یا اشخاص کے متعلق ورود کے وقت دیتی تھیں۔ اِن صفات اور علامات کی سچی اور واضح تفسیر ہر زمانہ میں خدا کے قادر اور چمکدار کاموں کی وساطت سے ہوتی ہے۔ جن لوگوں میں جس زمانہ میں وہ صفتیں اور علامتیں پائی گئیں یقین کرلو کہ وہی لوگ مصداق اور وہی قصہ اور شان نزول ہیں ان آیات کے جن میں وہ مذکور ہوئی ہیں۔ اسے اور زیادہ واضح لفظوں میں یوں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ ظلی اور بروزی طور پر منعم علیہم کا بھی موجود رہتا ہے اور مغضوب علیہم اور ضالین کا بھی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ کے کلام اور کام دونوں کی زندگی اور تازگی اور نتائج آفرینی دو متوازی خطوں کی طرح ساتھ ساتھ رہے کوئی ایسا وقت نہ آئے کہ خدا کا کام تو موجود رہے اور کلام بوسیدہ اور کہنہ درخت کی طرح بے برکت اور بے ثمر ہو جائے۔ یہی تو بڑی گرامی قدر خصوصیت اور امتیاز ہے جسکی وجہ سے ہم قرآن کریم کو زندہ کتاب اور باقی مذاہب کی تمام کتابوں کو مُردہ کہتے ہیں۔

دنیا میں بروزی سلسلہ ہمیشہ قائم رہتا ہے

غرض قرآن کریم نے تو ایسے اشخاص کا نام نہیں لیا جو ان آیات کے پہلے مخاطب تھے مگر سُنی و شیعہ دونوں کی تفسیروں میں اور بعض آثار و احادیث سے اُن شخصوں کا پتا ملتا ہے جو خود اس خطاب و عتاب کے مورد بنتے یا وہ اپنے اعمال و افعال کا مطالعہ کر کے بے اختیار اپنے آپ کو ان آیات کے مصداق کہتے تھے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ نزلت فی علی وعمار وطلحۃ وزبیر وھو یوم الجمل خاصۃ قال الزبیر نزلت فینا وقراٴناھا زماناً وما ظنناً انا اھلھا فاذا نحن المعنیون بھا۔ ترجمہ۔ اتری یہ آیت علی اور عمار اور طلحہ اور زبیر کے حق میں اور وہ جمل کا واقعہ تھا خصوصاً۔ زبیر کا قول ہے کہ ہماری نسبت اُتری اور ہم اُسکو مدت تک پڑھتے رہے اور ہمارا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ ہم پر ہی صادق آجائے گی آخر ہم ہی اس کے مقصود اور نشانہ بنے۔ مجمع البیان طبرسی میں جو شیعوں کی معتبر تفسیر ہے یہی شان نزول اور زبیر کا قول منقول ہوا ہے اور تفسیر در منثور میں لکھا ہے۔ عن مطرف قال قلنا للزبیر یا ابا عبد اللہ ضیعتم الخلیفۃ حتی قتل ثم جئتم تطلبون بدمہ فقال الزبیر رضی اللہ عنہ انا قرأنا علی عھد

رسول اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ ولم نکن نحسب انا اھلھا حتی وقعت فینا حیث وقعت۔

مطرف کہتے ہیں کہ ہم نے زبیر سے کہا اے ابا عبد اللہ تم نے خلیفہ (حضرت عثمان علیہ السلام) کو مدد نہ دی یہاں تک کہ وہ قتل کیا گیا اب تم اُس کے خون کے انتقام کی طلب میں آئے ہو زبیر نے جواب دیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان کے زمانہ میں یہ آیت واتقوا فتنۃ الایۃ پڑھا کرتے تھے اور ہم ہرگز خیال نہیں کرتے تھے کہ ہم ہی اس کے مصداق ہیں یہانتک کہ آخر کار یہ آیت ہم پر ہی صادق آئی۔ پھر آگے ایک اور اثر لکھا ہے۔ عن الحسن رضی اللہ عنہ قال اما واللہ لقد علم اقوام حین نزلت انہ سیخص بھا قوم۔ ترجمہ۔ حسن کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب یہ آیت اتری بہت لوگوں نے معلوم کر لیا کہ کچھ لوگ اس کے مصداق ہوں گے۔ پھر لکھا ہے۔ عن قتادہ رضی اللہ عنہ فی الآیتہ قال علم واللہ ذوو الالباب من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین نزلت ھذہ الآیۃ انہ سیکون فتن۔ ترجمہ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری واللہ دانشمند اصحاب نے خوب سمجھ لیا کہ عنقریب فتنے واقع ہوں گے۔

یہ آثار گو کیسے ہی ناقابل وثوق ہوں۔ اور خصوصاً شیعہ وسُنی کے باہمی اختلاف کے بعد قصاصوں کی رنگ آمیزیاں اور معنی آفرینیاں ایک محقق کو مجبور کرتی ہیں کہ بالبداہت کسی روایت پر اعتماد نہ کرے مگر بہر حال یہ تو حق بات ہے کہ حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں کچھ ایسے بھی مومن تھے جن سے کمزوری ظہور میں آئی اور اس سورۃ شریفہ میں آٹھ دفعہ انہیں مخاطب کر کے تعلیم دی گئی۔ اور اسی کے ضمن میں آئندہ آنیوالے واقعات کی نسبت پیشگوئیاں کی گئیں۔ اور یہ بھی حق بات ہے کہ اسلام میں ایک زمانہ کے بعد خوفناک فتنے پیدا ہوئے۔

جب ہم واقعات عالم پر نظر ڈالتے ہیں ہمیں خدا تعالیٰ کے کلام سے روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اُن خوفناک فتنوں کا دروازہ اُسوقت کھلا ہے جب حضرت عثمانؓ شہید کئے گئے۔ اس بیش قیمت خون کے قطرے چنگاریاں تھیں جو مسلمانوں کے بارود کے انبار میں پڑیں اور ہزاروں خاندانوں کے راکھ کر ڈالنے کی موجب ہوئیں۔ اس عظیم الشان انسان کے قتل سے نہ صرف اسلام کے مُلکی عصا میں ضعف اور بد دلی اور نزاع کی دیمک نے گھر بنا لیا بلکہ دین میں بھی تفرق اور پراگندگی واقع ہو گئی۔ خوارج۔ روافض۔ جبری۔ قدری اور انکی مانند بہت سے گروہ اسی در بند کے ٹوٹ جانے کے بعد سیلاب کی طرح اسلام میں پیدا ہو گئے۔ یہ نہایت

فتنوں کا دروازہ حضرت عثمان کے قتل سے کھلا

پختہ اور سچی بات ہے کہ تین خلافتوں میں اسلام کی حالت ہر پہلو سے اُس خوبصورت نظام اور درست انتظام کے مطابق رہی جو قرآن شریف کا منشا رہا اور ان تین خلافتوں پر ہی وہ تمام علامات اور صفات صادق آتی ہیں جو قرآن کریم میں خلافت حقہ کی نسبت مذکور ہوئی ہیں۔ اسی لئے حقیقت شناس محققوں نے حضرت صدیق اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کو خلافت منتظمہ کہا ہے۔ اور حضرت اسمٰعیل شہید دہلوی نے اس سے بڑھ کر حق اور موزون نام خلافت راشدہ منتظمہ غیر مفتونہ انہیں دیا ہے۔ حضرت ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں کہ خلافت ثلاثہ میں ایسے فتن نہ تھے جو بعد میں پیدا ہوئے پھر عصر نبوۃ سے جتنا بعد ہوتا گیا لوگوں میں تفرق اور اختلاف بڑھتا گیا۔ اسی لئے حضرت عثمان کی خلافت تک کوئی بدعت ظاہرہ پیدا نہ ہوئی۔ آپکے قتل کے بعد دو بدعتیں پیدا ہوئیں۔ ایک بدعت خوارج کی جو حضرت علی کے مکذب و مکفر تھے۔ دوسری بدعت رافضہ کی جو مدعیان امامت و عصمت و نبوت اور الوہیت تھے۔ پھر ابن زبیر کی اور عبد الملک کی امارت کے آخر میں مرجئہ اور قدریہ کی بدعت پیدا ہوئی۔ پھر تابعین کے آخر عصر میں خلافت امویہ کے اواخر میں جہمیہ معطلہ اور مشبہہ ممثلہ کی بدعت پیدا ہوئی اور صحابہ کے عہد میں انمیں سے کچھ بھی نہ تھا۔ پھر ایک جگہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ سیرت کے استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے زیادہ پُرامن اور پُر اتفاق اور ہدایت پر کوئی زمانہ نہیں ہوا۔ وہ لوگ شہادۃ الناس اور شہادۃ اللہ سے خیر الخلق تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ۔ اور تمام امم میں اجتماع علی الہدی کے لحاظ سے اعظم اور تفرق اور اختلاف سے ابعد اس اُمت سے بڑھ کر کوئی اُمت نہ تھی۔ اور تمام شرارتیں اُسوقت پیدا ہوئیں جب یہ دو گروہ شیعہ اور خوارج پیدا ہوئے۔ اِن لوگوں نے تلوار اسلام میں کھینچی اور طرح طرح کی بدعات اور آراء فاسدہ اور اکاذیب اسلام میں ملائیں اور نادانوں اور نالائقوں کو اپنے ساتھ شریک کیا اور سب سے اول حضرت عثمان کے قتل میں سعی کی اور وہ پہلا فتنہ ہے۔ پھر متوجہ ہوئے حضرت علی اور آپکے اہل بیت کی طرف نہ حُب کی غرض سے بلکہ اس لئے کہ مسلمانوں میں فتنہ کھڑا کریں۔ پھر بعض ان میں سے حضرت علی کے منکر ہو گئے جیسے کہ خوارج اور بعض نے انہیں سے خلافۃ ثلاثہ میں طعن شروع کئے جیسے کہ روافض نے اور بعض ان میں سے غالی ہو گئے جیسے نصیریہ اور قرامطہ باطنیہ اور اسمٰعیلیہ۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔ وعن اللہ

الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم الایۃ۔ مصداق ایں آیت مشائخ ثلثہ اند (حضرت ابوبکر۔ عمر۔ عثمان) پس در غیب الغیب تمکین دین مرتضی (پسندیدہ) بنزد او سبحانہ وتعالیٰ مراد بود از استخلاف ایں بزرگواراں۔ وقال رضی اللہ عنہ وسہ کس را نام بردہ اند کہ در زمانِ خیر متولی خلافت خواہند بود صدیق اکبر وعمر فاروق وذی النورین ودر زمانِ فتنہ بحضرت علی بیعت کنند لیکن خلافت او منتظم نشود وقوم بروے مجتمع نشوند۔ تا آنکہ برأی العین دانستیم کہ مراد ہمیں حالت است کہ بعد قتل عثمانؓ بظہور آمد از اختلاف ناس در حرب جمل وصفین۔ بعد ایں ہمہ بضرورت عقل دریافتہ شد کہ ہر چند برائے حضرت علیؓ بیعت کردند وخلافت منعقد ساختند ودر حکم شرع کہ بنائے او بر ظنیات است لازم شد اطاعت او ولیکن مرادِ حق اصلاح عالم است کہ خلافت وسیلۂ آنست کہ برائے تقریب آں مقصود مشروع ساختہ اند واگر مرادِ حق می بود از وجود متخلف نے شد وعلیؓ درایں خلافت مانند نَے در دہانِ نائی بود نہ مانند جارحہ برائے اتمام مرادِ حق وقوم مامور نشدند کہ تحتِ رایتِ او قتال کنند چنانکہ مامور شدند بقتال تحتِ رایت مشائخ ثلثہ وبمعاینہ در خارج دیدیم کہ در زمانِ علیؓ عنایت آلٰہی کہ سابق فوج فوج نازل میشد مستتر گشت کوشش بسیار فائدہ اندکے ہم نداد وخیریت کہ عبارت از الفت مسلمین فیما بینہم وترک منازعت است واتفاق بر جہاد کفار وروز بروز شکست بر کفار افتادن رو باستتار نہاد ومعنی ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم یعنی لیمکنن بسعیہم دینہم صورت نبست وتمکین فی الارض کہ برائے دفع کفار واعلاء کلمۃ الاسلام مقرر بود واقع نشد واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا درایں زمان متحقق نشد ودر تمام مسلمین حکم او نافذ نشد ومسلمین کلہم تحت حکم او در نیامدند۔ لیکن ایں جا نکتۂ دیگر است کہ غیر اہلِ بصیرت نے شناسد وآں اینکہ انبیا بر امت خود وخلفا بر رعیت خود فضیلتے کہ یافتہ اند سرّ آں ومخ درآں جارحۂ تدبیر آلٰہی بودن است وواسطۂ اصلاح عالم شدن وایں سرّ ومخ در خلفائے ثلثہ علی وجہہ متحقق بود بشہادۃ العقل والنقل ودر حضرت علی نہ۔ ہر چند ایں معنی در حق وے رضی اللہ عنہ نقصے پیدا نکرد زیرا کہ وے ساعی بود در اقامتِ دین اگرچہ میسر نشد۔ لیکن فضیلتِ جارحۂ آلٰہی بودن دیگر است واگر آں مے بود احکام خلافتِ خاصہ از وے متخلف نے شد۔ **ترجمہ**۔ آیت وعد اللہ الذین الایۃ کے مصداق بجز ابوبکر اور عمر اور عثمان (علیہم السلام) کے اور کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بات قرار پاچکی تھی کہ انہی برگزیدوں کی

خلافت سے دین کو شوکت اور قدرت ملے گی - اور تین شخصوں کا نام لیا گیا ہے جو خیر کے زمانہ میں خلافت کے متولی ہوں گے صدیق اکبر اور فاروق اور ذی النورین اور فتنہ کے زمانہ میں حضرت علی سے بیعت کریں گے لیکن انکی خلافت بے انتظام رہے گی اور لوگوں کا اتفاق آپکی خلافت پر نہ ہوگا - آخر ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ اس سے مراد وہ حالت ہے جو حضرت عثمان کے قتل کے بعد پیدا ہوئی اور وہ ہے لوگوں کا مختلف ہوجانا جمل اور صفین کی جنگ میں - باوجود اس کے پھر بھی عقل اس بات کے ماننے سے چارہ نہیں دیکھتی کہ لوگوں نے حضرت علی سے بیعت بھی کرلی اور خلافت بھی بنادی اور شرع کے حکم میں جس کی بنا قیاس اور اٹکل پر ہے اُنکی اطاعت بھی لازم ہوگئی مگر سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اصل مراد اور منشار عالم کی اصلاح ہے اور خلافت اصلاح کا ذریعہ ہے اور وہ اصلاح عالم کی غرض سے مشروع کی گئی ہے - اور اگر خدا کا منشار ہوتا تو حضرت علیؓ کی خلافت اصلاح عالم کا ذریعہ اور وسیلہ بنجاتی مگر خدا نے ایسا نہیں چاہا - اس خلافت میں حضرت علی مانند نَے کے تھے نَے بجانیوالے کے ہاتھ میں وہ حق کی مراد و منشار کے پورا کرنے کا جارحہ اور آلہ نہ تھے - اور صحابہ مامور نہ تھے کہ اُن کے علم کے نیچے قتال کریں جیسے کہ وہ خلفائے ثلثہ کے علم کے نیچے مامور تھے - اور ہم نے یہ بھی آنکھ سے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ کی وہ عنایت جو خلفائے ثلثہ کے عہد میں فوج فوج اترتی تھی پوشیدہ ہوگئی - اور تمام کوششیں حضرت علی کی بیکار ہوگئیں اور **خیریت** جس کے معنے ہیں مسلمانوں کا باہم الفت کرنا اور آپس کی نزاعوں کا ترک کرنا اور کفار سے جہاد پر اتفاق کرنا اور کافروں پر دن بدن شکست پڑنا یہ سب باتیں مفقود ہوگئیں اور لیمکنن لھم دینھم یعنی انکی کوشش سے دین کو قوت ملنے کا منشار ہرگز پورا نہ ہوا - اور ملک میں قدرت اور شوکت جو کفار کے دفع کرنے اور کلمۂ اسلام کے بلند کرنے کے لئے مقرر تھی واقع نہ ہوئی - اور حضرت علی کی خلافت میں واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا کا مضمون پورا نہ ہوا - اور تمام مسلمانوں میں اُنکا حکم جاری نہ ہوا اور تمام مسلمان اُن کے زیر حکم نہ آئے - لیکن اس جگہ ایک باریک بات ہے جسے اہل بصیرۃ سمجھتے ہیں - اور وہ یہ ہے کہ انبیار کو اپنی امت پر اور خلفار کو اپنی رعیت پر جو فضیلت ملتی ہے اُس کا مغز اور راز یہ ہے کہ وہ اصلاح عالم کے لئے اللہ تعالیٰ کا جارحہ اور آلہ اور واسطہ ہوتے ہیں اور یہ راز خلفائے ثلثہ کے وجود میں پوری طرح ثابت ہوا جس پر عقل اور نقل دو گواہ ہیں مگر حضرت علی کے وجود میں یہ امر ثابت نہیں ہوا اگرچہ اس سے آپکی کوئی کسرِ شان نہیں ہوئی اس لئے کہ آپ اقامت دین کے لئے کوشش کرتے تھے اگرچہ وہ بات میسر نہ ہوئی - لیکن وہ فضیلت جو اللہ تعالیٰ کا جارحہ بننے

سے ملتی ہے وہ امر دیگر ہے اور اگر حضرت علی کو یہ فضیلت ملتی تو خلافت خاصہ کے احکام ضرور آپ کے وجود سے ظاہر ہوتے۔ (ازالۃ الخفا صفحہ ۲۲۴)

خدا کے کلام اور اصحاب کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کا قتل خدا کے غضب کا موجب ہوا

الغرض ان آثار سے جو اوپر مذکور ہوئے اور ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ واقعات عالم نے سوچنے والی فطرتوں اور غائر عقلوں کو اس بات کے اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا کہ نظام اسلام اور عالم مسلمین کی اصلاح کا تار و پود حضرت عثمان کے قتل سے درہم برہم ہوا ہے اور وہ صحیح مراد اور منشار حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا جو اقامت خلافت سے تھا حضرت ابو بکر اور عمر اور عثمان (علیہم السلام) کی خلافتوں میں پورا ہوا۔ اس بات کی سچائی نہ صرف واقعات عالم کی تائید سے ظاہر ہوتی ہے بلکہ کتب آثار کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ میں جو ذہن رسا اور واقعات عالم کے نتائج کو سمجھنے کی استعداد رکھتے تھے اور اصلی اور حق بات یہ ہے کہ جو قرآن کریم سے استنباط کا فہم رکھتے تھے اور جن کی نظر اس آیت واتقوا فتنۃ الاٰیۃ کے خوفناک وعید پر لگی ہوئی تھی اور یقین رکھتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کا پورا ہونا یقینی امر ہے وہ اُن واقعات کو دیکھ کر جو حضرت عثمان کے قتل کے وقت جمع ہوئے چلا اُٹھے کہ شاید وہ وقت آنے والا ہے جو خدا تعالیٰ کی ان وعید کی پیشگوئیوں کے لحاظ سے مقدر تھا چنانچہ امام سیوطی اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں ایسے آثار نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ عن انس مرفوعاً ان للہ سیفاً مغموداً فی غمدہ مادام عثمان حیاً فاذا قتل عثمان جرد ذلک السیف فلم یغمد الی یوم القیمۃ۔ عن حذیفۃ قال اول الفتن قتل عثمان واٰخر الفتن خروج الدجال۔ عن سمرۃ قال ان الاسلام کان فی حصن حصین وانھم ثلموا فی الاسلام ثلمۃ بقتلھم عثمان لا تسد الی یوم القیمۃ وان اھل المدینۃ کانت فیھم الخلافۃ فاخرجوھا ولم تعد فیھم۔

ترجمہ۔ انس سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک تلوار ہے جو میان میں ہے اور وہ میان میں رہیگی جب تک عثمانؓ زندہ ہے اور جب وہ قتل ہوا وہ تلوار میان سے نکلے گی اور قیامت تک پھر میان میں داخل نہ ہوگی۔ حذیفہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلا فتنہ عثمان کا قتل ہے اور آخری فتنہ خروج دجال۔ سمرۃ سے روایت ہے کہ اسلام مضبوط قلعہ میں تھا۔ اور لوگوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام میں ایسا سوراخ کر دیا ہے جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اس کے بعد جناب سیوطی نے کعب بن مالک

بے کچھ اشعار لکھے ہیں جو اسی مقصد کی تائید کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

فکف یدیہ ثم اغلق بابہ	وایقن ان اللہ لیس بغافل
و قال لاھل الدار لا تقتلوھم	عفا اللہ عن کل امرء لم یقاتل
فکیف رأیت اللہ صب علیھم	العداوۃ والبغضاء بعد التواصل
وکیف رأیت الخیر ادبر بعدہ	عن الناس ادبار الریاح الجوافل

ترجمہ۔ حضرت عثمان نے اپنے ہاتھ روک لئے اور اپنا دروازہ بند کر لیا اور یقین کیا کہ اللہ غافل نہیں۔ اور گھر والوں کو کہا انکو قتل نہ کرو۔ خدا معاف کرے ایسے شخص کو جو جنگ نہیں کرتا۔ مگر لوگوں نے انہیں قتل کر ڈالا اس کا نتیجہ تم نے دیکھا کہ کسطرح اللہ نے باہمی کینوں اور عداوتوں کو اُنپر مسلط کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ باہم اتحاد رکھتے تھے۔ اور تم نے دیکھا کہ خیر و برکت قتل عثمان کے بعد لوگوں سے اِس طرح دور ہوئی جیسے تیز ہوائیں اُڑ جاتی ہیں۔

ان تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھنے کے بعد اس بات میں شک کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ صحابہ اور تابعین کی نظروں میں خدا تعالیٰ کے کلام کے اشاروں اور رسول کریم کی باتوں سے یہ یقین پلایا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی مراد و منشار کے موافق خلافت منتظمہ تین ہی خلافتیں تھیں اور حضرت عثمان رضؓ کے بعد وہ خلافت قائم نہیں ہوئی جو خدا تعالیٰ کے کلام کی قرار دادہ نشانوں کے موافق ہو سکتی تھی اور حضرت علی کے عہد کو وہ خلافت نبوۃ ہرگز یقین نہیں کرتے تھے بلکہ اُسے ایام فتن اور اختلال نظام اسلام کے دن یقین کرتے تھے۔ یہ محل اس امر کی تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ انشاء اللہ میں ان باتوں کی پوری تفصیل خلافت راشدہ حصہ دوم میں کروں گا بحولہ وقوتہ۔

میں نے خلافت راشدہ میں اس امر کا التزام کیا ہے کہ ہر ایک امر کے فیصلہ کے لئے خدا تعالیٰ کی زندہ کلام اور زندہ کام کو حکم بنایا ہے اور کسی حدیث یا اثر کو اصل عقیدہ کا مبنیٰ اور فرقان قرار نہیں دیا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان آثار اور واقعات کا تائیدی طور پر ذکر کیا ہے جو خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کے ماتحت چلتے ہیں۔ میں بحمد للہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس اعتقاد پر قائم ہوں کہ باطل کی قسمت میں ازل سے یہ لعنت آئی ہے کہ کبھی کسی زمانہ میں خدا تعالیٰ کا کلام اور اُسکا کام اس کی تائید میں کھڑے نہیں ہوتے اور نہ ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ازل سے یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ اس کے کلام اور کام سے سچے مرسلین اور خلفائے

حق تائید اور نصرت پاتے ہیں۔ محققین اسلام کی رائیں اور آثار جو اس موقعہ پر میں نے لکھی ہیں مجھے اپنے التزام
اور مالوف عادۃ سے الگ ہوجانے کی شرمندگی نہیں دلاتے۔ یہ آثار اور رائیں اضطراری ہیں خود
اختیاری اور تصنع کا نتیجہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام نے خلافت حقہ کے کچھ نشان اور صفات قائم کی تھیں۔
خدا کے کام نے کلام کے اکرام اور اُس کی تصدیق کے لئے جب اُن نشانوں کا مصداق ٹھیرانے کیلئے
کچھ لوگ انتخاب کرنے چاہے تو قرعہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے نام نکلا۔ پھر کس کا
مقدور تھا جو قضاؤ قدر کی تغییر کی کوشش کرتا۔ ایک بات تھی جو آسمان پر ازل سے قرار پاچکی تھی وہی
زمین پر واقع ہوئی۔ یہ باتیں خیالی اور عقیدہ اور راز کی جنس کی باتیں نہیں جنہیں سُنیت و شیعیت
کی تخالف کی رنگ آمیزی اعتبار کی سند سے گرادے۔ واقعات عالم اور خدا کے کلام نے لوگوں کو کشاں
کشاں اس نتیجہ پر پہونچایا ہے۔ مجھے ہمیشہ شیعوں کی بے سود اور بے نتیجہ محنت پر افسوس آتا ہے جب وہ
اپنے معبودوں اور مقصودوں کی تائید میں ثعلبی کی تفسیر اور ابو نعیم اور اس قسم کی اور کتابوں اور دیگر
افسانوں اور روائتوں کو لاتے ہیں۔ یہ بیہودہ روائتیں اور کہانیاں کیا وقعت رکھتی ہیں جو خدا تعالیٰ
کے ابدی کلام اور زندہ کام کے قاہر پُرشوکت دربار میں کسی گواہی کی جرأت کرسکیں۔ شیعوں کے دل و
دماغ کی ساخت بھی عجیب رنگ کی ہے جو ایک عظیم الشان اصل اور عقیدہ کا ستون ان کہانیوں اور
اغراض انسانی کے سرجوشوں کو بناتے اور پھر نجات ابدی کے لئے اس پر مطمئن ہوجاتے ہیں حضرت
علی کی خلافت اور وصائت اگر نجات کا رکن رکین عقیدہ ہے اور شیعوں کے اعتقاد کے بموجب
ضرور ہے اور خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مراد و منشا کا اصل نچوڑ وہی ہے اور اُس کا خلاف
ابدی لعنت کا موجب ہے تو آغاز اسلام میں ہی اُس پر پتھر کیوں پڑ گئے۔ اور آخر تک وہ معما حل ہونے
میں نہ آیا۔ اگر شروع میں ایک شرارت کا وار چل گیا اور پیغمبر خدا کی کرسی پر ایک جسد یا دجل اور طمع کا بُت
بٹھایا گیا اور درحقیقت اس کے عصا کو ارضہ لگ چکا تھا تو تیس برس کے قریب تک وہ ساری باتیں کیوں
پوری ہوتی رہیں جو خدا تعالیٰ کے حکیم کلام میں تو خلافت حقہ کی علامات اور مومنین کی صفات مقرر ہوچکی تھیں
پھر خدا کا زبردست کام اُنکی خدمت گذاری میں حسب مراد کیوں لگا رہا۔ اگر حضرت علی کے لئے ان صفات کا
خلیفہ ہونا خدا تعالیٰ کے نزدیک مقدر تھا۔ اور وہ قویٰ اور قوابل اُنہیں دئے گئے تھے جو خلافت منتظمہ
یا خلافت بلافصل یا وصائت کے لئے خدا کے کلام اور کام کے نزدیک شایاں اور موزون تھے تو آخری

میں اُنکا عہد اور دَور ایسے کام دکھاتا جو پہلی تین خلافتوں کے مقابل فوق العادۃ ہوتے۔ لایق انسان جس زمانہ میں تختِ حکومت پر بیٹھا ہے اگر خدا تعالیٰ کی سابق منشا رنے اسکی مساعدۃ کی ہے وہی زمانہ اس کی کارگذاری کے لیے چوڑا میدان اور نرم زمین بن گیا ہے۔ تیس برس پہلے کیا اور پیچھے کیا۔ کیا عرب کی اس حالت سے بھی بدتر زمانہ حضرت علیؓ کو ملا جب رسولِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کارروائی شروع کی۔ اور کیا وہ اس سے بھی بدتر وقت تھا جو رسولؐ خدا کے جگردوز سانحہ وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو ملا۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے ارادہ کا ایک دَور ہوتا ہے اور اس کے لئے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں جو اُس ارادہ اور مراد کا آلہ اور واسطہ ہوتے ہیں۔ رسولؐ خدا کے وجود باجود کے بعد خدا تعالیٰ کا ایک ارادہ تھا جو تین خلافتوں میں پورا ہوا وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

غرض اصول اسلام میں سے ایک قوی بلکہ لانظیر اصل اور نجات کا عقیدہ اپنے قیام اور تمسک اور بقا کے لئے افسانوں کے آگے ہاتھ جوڑے اور جب اُسے میدان مقابلہ میں نکلنا پڑے اپنی تائید میں روایتوں سے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرے کس قدر شرم کی بات ہے یہی حال نصاریٰ کا ہے۔ اگر ایک عاجزہ ضعیفہ عورت کا فرزند کسی زمانہ میں خدائی کے تخت پر بیٹھنے والا تھا یا خدا لئے قادر ذوالجلال کو تنزل کرکے عورت کے پیٹ میں در آنا اور اُس سے ناتوانی کی ہیکل بنکر نکلنا اور آخر بیچارگی کی شرمناک ذلتیں اُٹھاکر یہودیوں کے ہاتھ سے ہلاک ہونا تھا اور یہی عقیدہ نجات ابدی کے لئے کونے کا سرا بنتا اور اس کا انکار لعنت کا موجب ہونا تھا تو ضروری تھا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی بینات اور منصوصات میں اسکا اور اسی کا ذکر ہوتا اور ہر ایک نبی یکے بعد دیگرے اس "نفضل اور عہد جدید" کی کھلے اور صاف لفظوں میں تبلیغ اور ندا کرتا اور ضروری تھا کہ تورات کی ساری کتابیں اس آنیوالی بشارۃ کا صاف صاف دیباچہ ہوتیں اور کتاب کی پہلی اور اصلی وارث قوم بنی اسرائیل انبیاء کی پیشگوئیوں اور وصیتوں کے مطابق ہر زمانہ میں ایسی ناسوتی خدا کی انتظار میں ہمیشہ بے قرار رہتے۔ مگر اس پلید باطل کی بدقسمتی کی کوئی حد ہے کہ تورات اس خبیث عقیدہ کو رد کرتی اور بنی اسرائیل اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی اتھاہ حکمت میں کون غوطہ لگانے کا حوصلہ رکھتا اور اسکی تہ کو پاسکتا ہے کہ اُس حکیم علیم نے تشیع کے باطل کو بھی اسی طرح کی ناقابل زوال نحوستوں اور شامتوں کو محیط اور مسلط کر رکھا ہے۔ غلط کار سخن ناشناس کبھی خم غدیر میں ڈوبتا ہے کہ اسے کوئی مراد کا موتی ملجائے۔ کبھی اسی طرح کے دوسرے انسانی جذبات کی آلائشوں سے

[illegible]

لتھڑی ہوئے بیہودہ چیتھڑوں کو ہاتھوں پر لپیٹا اور کاغذ زر کی طرح پیش کرتا اور شرمناک قابل اخفا کارروائی کو بڑی دلیری اور بے باکی سے حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل اور وصایت کی برہان قاطع ٹھہراتا ہے۔ ایک طرف تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آدم سے خاتم الانبیاء تک (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام نبی حضرت علیؓ کے وجود کی خبر دیتے رہے ہیں بلکہ اُن کی بعثت کی علت غائی یہی تھی کہ وہ ائمہ اوصیا کے قبول کرنے کے لئے لوگوں کو ہر زمانہ میں مستعد کرتے تھے مگر باوجود اس قدر بلند دعوے کے خدا تعالیٰ کے کلام سے کوئی نص اور خدا کے کلام سے کوئی تائید پیش نہیں کرتا۔ جہاں خدا تعالیٰ نے اپنے زندہ کلام میں وعدہ فرمایا کہ میں پہلی سنتوں کے موافق تم میں بھی خلفا اور ائمہ ہدیٰ بناؤں گا اور کئی مرتبہ مختلف لفظوں میں اس وعدہ کو بیان فرمایا ان وعدوں کو پڑھ کر ذہن بیقراری سے اس آرزو کو مد نظر رکھ کر اس طرف متبادر اور منتظر نہیں ہوتا کہ شیعوں کے علی وصی کا بالتصریح ذکر ہو جاتا۔ جب رسالت اور وصایت لازم و ملزوم ہیں بلکہ شیعوں کے اعتقاد کی میزان میں وصایت کا پلہ رسالت سے بھی بھاری ہے تو وجہ کیا کہ رسالت محمدیہ خدا تعالیٰ کی محکم کتاب میں صراحت اور صفائی سے مذکور ہو اور وصایت علیؓ کا اثبات شیعیان علی کے استنباط اور روایت کشی پر موقوف ہو۔ ایک جگہ جہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار بڑا موزون موقعہ تھا کہ رسول اللہؐ کے بعد شیعوں کے ائمہ اور اوصیا کا ذکر بھی ہو جاتا اور آئے دن کا جھگڑا چک جاتا۔* مگر افسوس اُس صورت میں یہ کلام خدا کا کلام نہ ہوتا اس لئے کہ خدا کا کلام اس کی تکذیب کے لئے پورے ہتھیار پہن کر کھڑا ہوتا اور اس کلام کے مطابق واقع نہ ہونے کی نسبت سوال کرتا کہ کہاں ہیں وہ ائمہ اور اوصیا جنہوں نے اشداء علی الکفار ہونے کا تاج عزت پہنا ہے۔ اگر ابوبکر عمر عثمانؓ ہیں تو بسرو چشم آمنا وصدقنا اور اگر وہ ہیں جن کی قسمت کا آخری ہیرو سرمن رائے کی مردم خوار غار کی نذر ہوا ہے تو اس تباہ کار جھوٹ سے میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں جس کی تائید کبھی کسی زمانہ میں میرے کسی فعل سے نہیں ہوئی۔

حاصل کلام خدا تعالیٰ کے کلام کی پیشگوئی کے موافق وہ بڑا فتنہ جو آئندہ آنے والے فتنوں کا چشمہ تھا اور جس سے خدا تعالیٰ نے اُس وقت مسلمانوں کو ڈرایا اور اس کی جڑ یہ بتائی کہ تنازع اور دنیا طلبی اُن خوفناک طوفانوں کی اصل موجب ہوگی وہ حضرت عثمانؓ کا قتل تھا۔ اگرچہ شانِ نزول کے متکفل قصے اور روایتیں اُن لوگوں کا نام بتانے سے قاصر یا خاموش ہیں جنھوں

*یہ اتنا بھی نہ ہوا کہ خلفا اور ائمہ ہدیٰ کی وہ صفات و علامات جو خدا کے کلام میں مذکور ہیں کہیں بھی اُن پر منطبق ہو جائیں۔ منہ

نے انفال کے وقت کمزوری کی وجہ سے اپنے تئیں خدا کے خطاب کا پہلا مورد بنایا اور اس سورۃ کے آٹھ دفعہ کے خطاب کے مخاطب ہوئے مگر حیرت انگیز امر ہے کہ مختلف روائتیں اُن واقع ہونے والوں فتنوں کا جو لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ کی پیشگوئی کے موافق ظہور میں آئے بہت بڑا حصہ دار حضرت علی اور اُن کے ساتھیوں کو ٹھیراتے ہیں۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفا میں ایک روائیت لائے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ مصر کے بھیلسئوں اور فتنہ پردازوں نے جب حضرت عثمان کے قتل کے لئے منصوبہ کھڑا کیا اور محمد بن ابی بکر کے اُس خط کو جو اس کے قتل کے متعلق حضرت عثمان کی طرف سے بنایا گیا تھا اپنے ناپسندیدہ افعال کی دستاویز ٹھیرایا اور مدینہ میں آئے تو حضرت علی اور عمار اور دیگر چند شخصوں کے روبرو انہوں نے حضرت عثمان کی نسبت شکائتوں کا دفتر کھولا اور اپنے بدارادوں کا اظہار کیا۔ اور آخر وہ زہرہ گداز واقعہ ظہور میں آیا جسنے اسلامی عمارت کی چاروں دیواروں کو ہلا دیا۔

نہ تو سیوطی کی یہ مراد ہے کہ حضرت علی قتل عثمان میں شریک تھے اور نہ میرا عقیدہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ کی دامن پاک پر اُس مقدس خون کی چھینٹیں پڑیں۔ لعنتی ہے ایسا دل جس میں ایک لمحہ کیلئے بھی ایسے شیطانی وسوسہ کو ٹھیرنے کی جگہ ملے۔ میرا یہ عقیدہ ہے اور میں علیٰ بصیرۃ اس پر قائم ہوں اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہوں کہ اسی پر مروں کہ حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کی طرح راستباز تھے اور یہ پاک جماعت آپس میں ایکدوسرے کی نسبت غل وحسد سے پاک تھی۔ شیعیانِ عثمان اپنے اعمال و اقوال کے خدا تعالیٰ کے نزدیک جواب دہ ہوں گے جو دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت علی اُس تاریک سازش کے صدر اعلیٰ تھے اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں چلا چلا کر کہتے تھے کہ اگر وہ اس سازش میں شریک نہیں تو محمد بن ابی بکر اُن کا ربیب اور اس کے امثال مصری مفسدوں کا ماوا و ملجا اُن کا مکان کیوں ہے۔ میں بحمد اللہ ان متعصبین سے ایسا ہی بیزار ہوں جیسا کہ خوارج اور ریاضیہ سے بیزار ہوں جو حضرت علی اور حضرت عثمان کو کافر کہتے اور اُن کے معائب میں دفتروں کے دفتر سیاہ کرتے ہیں۔ اسی طرح میں بیزار جان و دل ان شیعوں یا روافض سے بیزار ہوں جو حضرت ابو بکر اور آپ کی جماعت کی نسبت نا پاک اعتقاد کو دین و ایمان سمجھتے ہیں۔ ان باطل کے شریر فرزندوں کی سیاہ کاریوں اور بدگفتاریوں نے تو مجھے قرآن کریم کی طرف متوجہ کیا اور اس نور نے یہ سبق سکھایا کہ یہ تمام برگزیدے

میرا عقیدہ حضرت علی علیہ السلام کی نسبت

آسمان اور زمین کے ہادی اور نور تھے۔ میرا مدعا ان باتوں سے یہ ہے اور حق بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے ازلی ارادہ نے تین خلافتوں کو ایسے عالمگیر فتنوں سے پاک رکھا اور اپنے دقیق منشار اور حکیمانہ ارادہ کے موافق حضرت علی کو ایسے وقت اور ایسے میدان میں نکلنے کا موقعہ دیا جو خدا تعالیٰ کے کلام کی پیشگوئی کے مطابق اختلال اور فتنوں کا وقت تھا۔ اگر خدا تعالیٰ ایسا نہ کرتا اور پہلی تین سچی خلافتوں کے صفات اور علامات کی مانند چوتھی خلافت حضرت علی کے وجود سے قائم ہو جاتی اور وہ تمام فتنوں اور خللوں کے دروازوں کو بند کر دیتی تو باطل کی پرستار قوم کی ہاتھ میں بہترین حجتیں آجاتیں۔ ان تمام واقعات سے جو اوپر مذکور ہوئے میرا مقصود صرف اتنا ثابت کرنا تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت ان فتنوں سے محفوظ رہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اتباع ہوا اور التزام طلب دنیا کے سبب سے وقوع میں آئے۔ سو بجہ العربات عمدہ طور سے ثابت ہو گئی اور اس ثبوت نے اس سچائی پر بھی مہر لگا دی کہ جناب شیخین اور حضرت ذی النورین اس قوم سے نہ اسوقت تھے جب خدا تعالیٰ کا یہ دہمکی آمیز خطاب نازل ہوا اور نہ اُس وقت اُس قوم کے افراد تھے جب خدا تعالیٰ کی یہ قہری پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ ان واقعات سے بڑھ کر کون عادل حَکَم اور راست باز گواہ ان کے حسن آغاز اور خاتمہ بالخیر کا ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو پڑھ کر خدا تعالیٰ کی ہستی۔ رسول کریم کی رسالت بلکہ ہر ایک ایمانی شے کے وجود کی طرح اسپر بھی ویسا ہی ایمان لانا پڑتا ہے کہ جس صفائی سے خدا تعالیٰ کے کلام اور کام نے ان برگزیدوں کے لئے ابتدا سے انتہا تک خدا تعالیٰ کے منشار کیموافق راست بازی کا ثبوت دینے کی گواہی دی ہے اس کی کوئی نظیر نہیں۔ بایں ہمہ دلیری اور بے باکی سے یہ کہنا اور اس پر ایمان رکھنا کہ حضرت ابوبکر اور آپ کے اتباع آخر کار مرتد ہو گئے اور ان کا خاتمہ اچھا نہیں ہوا "اور ان لوگوں کی ہجرتیں لالچ اور طمع کی بنیاد پر تھیں" "اور یہ لوگ افعال شنیعہ کے مرتکب ہوئے"

یہ ہیں شیعیان پاک کے عقائد اور ان کے پاک دلوں کی پاک باتیں۔ ان کے حالات اور عقائد اور اقوال کو دیکھکر ایک محقق کو سخت مشکل پیش آتی ہے کہ ان کو زیادہ عقلمند معقول پسند تسلیم کرے یا نصاریٰ کو۔ نصاریٰ کل نبیوں کو بدکار گنہگار ناشدنی ہے ناشدنی افعال کے مرتکب ہی مانتے ہیں اور بایں ہمہ یہ نہیں دکھاتے یا دکھا نہیں سکتے کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا انہیں کیا ملی۔ گناہ تو ایک زہر ہے جس کا کہانا انسان کے صحیح جسم میں روحانی جذام کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔ جس طرح

حضرت علی کا زمانہ پر فتنہ ہونا راستبازی کی تائید کیلئے ضروری تھا

خدا کا کلام اور کام خلفائے ثلاثہ کے حسنِ آغاز و حسنِ انجام کے گواہ ہیں

ظاہری جذام سے اعضاء سڑنے اور الگ ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح گناہ کے جذام سے خدا تعالیٰ سے تمام تعلقات انسان کے کٹ جاتے ہیں۔ دنیا میں یہ نظارہ ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ ہر ایک قسم کی بدکاری بدچلنی اپنے ساتھ ایک لعنتی داغ رکھتی ہے جو انسان کی سچی صحیح راستبازی کی حالت کے خلاف ایک الگ اور نئی منحوس حالت پیدا کر دیتی ہے۔ انسانی معصیت اور اطاعت اپنے بزرگوں اور مطاعوں کی نسبت دو جدا جدا حالتیں پیدا کرتی ہے۔ یہ عجیب تعریف گناہ کی ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک شخص گنہگار بھی ہو اور وہ تمام انعام اور فضل بارش کی طرح اس پر برسیں جو ضرور تہا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اطاعت کا ثمرہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام میں اپنے برگزیدہ بندوں کی جو صفات اور علامات اور آیات بیان فرمائی ہیں اور اپنے کام کے واسطہ سے جو نصرت اور بزرگی اور بڑائی کسی شخص کو دی ہے ان سب امور کا مجموعہ ہم انبیاء کی پاک ذات کو پاتے ہیں۔ نصاریٰ کا یہ فرض تہا کہ اول گناہ کی تعریف اور اسکے اقسام کی تحدید کرتے پھر ان ثمرات اور نتائج کو بیان کرتے جو گناہ پر مترتب ہوتے ہیں اور اس تعریف و تحدید اور بیان نتائج میں خدا کے کلام کی تعریف و تحدید اور اس کے کام کی نصرت و تائید پر حصر رکھتے۔ گناہ کی تعریف کرنا خدا تعالیٰ کے کلام کا حصہ ہے اور گناہ پر حسب مراد کلام الٰہی لعنتی نتائج کا مترتب کرنا خدا کے کام کا خاصہ ہے۔ یہ حق بات ہے کہ گناہ توقیفی شے ہے یعنی شریعت الٰہیہ کی تعریف پر موقوف ہے انسان کا کام اور حق نہیں کہ اپنی رائے اور انتخاب کی بنا پر بعض افعال کو گناہ اور بعض کو نیک اور موجب ثواب قرار دے۔ اس لئے کہ اس کا علم وسیع و محیط ہے اور نہ وہ جزا و سزا پر قادر ہے۔ اس کے بعد نصاریٰ کا بڑا بھاری فرض تہا کہ کوئی ایسا وجود پیش کرتے جو ان گناہوں سے پاک ہوا۔ اور اس کی گناہوں سے بریت یا عصمت کے ثبوت میں اپنے باطل اوہام اور دلوں کی تراشی ہوئی باتوں کو سامنے نہ لاتے بلکہ اس کے وجود میں خدا تعالیٰ کے انعاموں اور فضلوں کو تمام انبیاء سے بڑھ کر دکھلاتے۔ اور ثبوت دیتے کہ آدم سے لیکر جناب موسیٰ (صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین) تک جو نصرت اور فضل اور انعام خدا تعالیٰ کے وعدوں اور پیشگوئیوں کے موافق کسی پر ہوا اس سے بڑھ کر اس شخص پر ہوا ہے۔ اور فضل و انعام کی فوق العادۃ زیادتی کا استحقاق اس شخص کو محض اس کی عصمت نے دلایا ہے اور دیگر انبیاء میں جو کسر رہ گئی ہے اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ خدا کی نظر میں گنہگار رہے۔

گناہ کی تعریف کرنا خدا کے کلام کا خاصہ اور اس کے ساتھ نتائج کی تحدید کرنا خدا کے کام کا خاصہ ہے

عصمت کی تعریف

افسوس نصاریٰ بجائے ایسے بینات اور حجج کے ایک ایسے انسان کو پیش کرتے ہیں جو توریت کی تمام ذی وجاہت اور ذی عزم نبیوں کے مقابل لاشے محض اور ناقابل ذکر ہے۔ گلا پھاڑ پھاڑ کر چلاتے چلے جاتے ہیں کہ یسوع معصوم ہے اور باقی سب گنہگار ہیں اور کبھی نہیں دکھاتے کہ اس کی عصمت کا یہ ثبوت ہی۔ عصمت تو ایک خوبصورت پوشاک ہی جس کا شعار و دثار دونوں پاکیزہ اور خوش نما ہوتے ہیں۔ ایک شخص کی نسبت دعویٰ کرنا کہ اُس کی باطنی حالت گناہ اور معصیت سے پاک ہے محض فرضی بات ہوگی جب تک بیرونی اور مرئی عصمت اسکے ساتھ شامل نہ ہوگی۔ توریت میں خدا تعالیٰ کی اطاعت کے جو ثمرات اور برکات مذکور ہوئی تھیں یعنی خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید دوسرے نبیوں میں تو بوجہ اکمل وہ نشان موجود ہے اور یسوع اُس سے بکلّی بے نصیب۔ اور بے ایمانی اور افترا اور گناہ کی سزا جو خدا کی کتاب میں مذکور ہوئی تھی کہ جھوٹا صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ حضرت یسوع کو اس نشان سے وہ کافی وافی حصہ ملا کہ کوئی کسر بھی کسی اور ہم جنس کے لیے باقی نہیں چھوڑی۔ نادان ناعاقبت اندیش پرستاران انسان یسوع کو اپنے اغراض کا ملعون بنانے میں خدا تعالیٰ کی کتاب کے سچے قرار دادہ نشان کے موافق اُسے ابدی ملعون اور راندۂ درگاہ الٰہی ثابت کر جاتے ہیں۔ اور بجز اس لعنتی نامراد موت کے اُس ناشاد انسان کا کوئی کارنامہ نہیں دکھاتے کہ اس زمین کی پیٹھ پر دوسرے نبیوں سے بڑھ کر یہ نصرت اور ظفر اور تائید الٰہی اُسے ملی۔ بیرونی عصمت تو نتیجہ اور اثر ہوتا ہے روحانی عصمت باتعلق باللہ کا۔ ایک شخص کا ناکام نامراد ہلاک ہو جانا۔ دشمنوں کا اس پر فتح پانا اور دوستوں کا اُس کی زندگی میں ہی مخذول و مطرود ہونا ثابت کرتا ہے کہ اُس کی نسبت عصمت باطن کا دعوے جھوٹے سے جھوٹا دعویٰ ہے۔

اسی طرح یہ حق اور مسلم بات ہی کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے گناہ۔ نفاق۔ ریا۔ ارتداد اور دیگر اقسام گناہ کی تعریف و تحدید فرمائی ہے۔ اور اس کے ساتھ ان تمام بدکرداریوں کے انجام بد اور خوفناک نتائج بھی بیان فرمائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی زندہ مبارک کتاب میں دو متوازی خطوں کی طرح یہ دو باتیں متعدد مقامات میں دوش بدوش چلتی ہیں۔ چنانچہ اس پر زندہ گواہ خود یہی سورۃ ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر حق و باطل میں فیصلہ کی آسان اور نزدیک راہ یہ تھی کہ لالچی۔ مرتد۔ منافق اور گنہگار بدکار اُس شخص کو تسلیم کیا جاتا جس پر خدا تعالیٰ کی لعنت کے وہ نشان منطبق ہو جاتے اور اس کے خلاف مومن۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کی حقیقت

سابق - یا سابق اول - مہاجر یا مہاجر اول - ناصر یا ناصر اول اُسی شخص کو مانا جاتا جس پر وہ علامتیں صادق آتیں - مثلاً خدا تعالیٰ نے اپنی زندہ کتاب میں ہمارے زندہ نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پاک ذات کی نسبت پیشگوئی فرمائی واللہ یعصمک من الناس - اور فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین - ترجمہ - اللہ تعالیٰ نے تجھے معصوم بنایا ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ تیرا ظاہر و باطن یعنی تیرا جسم اور تیری دعوت و شرع دشمنوں کے حملہ اور دستبرد سے قیامت تک معصوم و محفوظ رہیں گے - پھر اس کی تائید میں فرمایا - اگر محمد کوئی ذرا سی بات بھی افترا کر کے ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم پوری طاقت سے اُسے گرفتار کرتے اور اُس کی رگِ حیات کو کاٹ ڈالتے -

خوب یہ تو دعویٰ تھا مگر کیا صرف اتنا دعویٰ اور خالی لفظ ہی ثبوت عصمت اور پھر ثبوت رسالت کے لئے کافی ہو جاتے - اگر رسول کریمؐ اعدا کے جان ستاں حملوں کا پورا نشانہ بنجاتے اور نعوذ باللہ آپ ذلت کے ساتھ مارے جاتے اور آپکے منشا و مقصد اور روح کی سچی راحت اور توجہ قرآن کریم انسان کے دستِ تطاول کا آماج گاہ بن جاتا اور توریت و انجیل اور وید کی منحوس قسمت کا اُلو اسکی در و دیوار پر بھی بولنے لگ جاتا تو ہمارے ہاتھ میں کونسی دلیل آپکی روحانی عصمت پر ہوتی - یہ مسلم بات ہے کہ مجہول رقم اور سر کے دریافت کرنے کے لئے معلوم رقم دلیل راہ ہوتی ہے - قانون قدرت کے دفائن و خزائن کا سراغ لگانے کے لئے اسباب معلومہ اور مواد عادیہ ہمارے ہاتھ میں قرائن اور دلائل دیتے ہیں - اگر ثبوت عصمت کے لئے بیرونی دلائل کی کوئی ضرورت نہیں تو کیوں ہر ایک شخص کو حق نہیں پہونچتا کہ وہ معصوم ہونیکا دعویٰ کرے اور کسی کا کیا حق ہے کہ اُسکی تکذیب کرے اور کس بنا پر کرے -

قرآن کریم میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق نبوت پر جو دلائل اور براہین لائے گئے ہیں اور اُن پر بڑا زور دیا گیا ہے وہ یہی ہیں کہ آپ کی وحی متبع وحی نہیں یہ وہی وحی ہے جو حضرت آدم سے لیکر نوح ابراہیم موسیٰ - اور دیگر راستبازوں پر نازل ہوتی رہی (صلوات اللہ علیہم اجمعین) اور اس کا بیرونی ثبوت یہ دیا گیا کہ آپ اُن اولوالعزم راستبازوں کی طرح موید و منصور ہوں گے - کما قال تعالیٰ - انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً فعصیٰ فرعون الرسول فاخذنٰہ اخذاً وبیلاً فکیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیباً السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولاً -

ان ھذہٖ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا۔ ترجمہ - ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو گواہ ہے تم پر جیساکہ ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔ فرعون نے اُس رسول کا کہا نہ مانا پھر ہم نے اُسے پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ اسی طرح تم بتاؤ کہ کفر کرنے کی صورت میں تم اپنا کیونکر بچاؤ کروگے اُس آنے والی گھڑی سے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی آسمان اُس سے پھٹ پڑنے والا ہے یعنی ضرور وہ ظاہر ہونے والی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ واقع شدہ ہے۔ یہ بڑی بھاری یاددہانی ہے سو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ اختیار کرے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثیلیت کا ثبوت جناب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس بیّن دلیل پر محصور کر دیا ہے کہ آپکے مخالفین بھی حضرت موسیٰ کے اعدا کی طرح ضرور تباہ ہو جائیں گے۔ آخر واقعات عالم اور خدا کے کام نے اس کلام کی سچائی پر مُہر لگادی۔ کیا کوئی مسلمان ایک لحظہ کے لئے بھی فرض کر سکتا یا اس قدر تصور گوارا کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے مقابلہ میں ناکام مرجاتے۔ مکہ معظمہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق آپکے ہاتھ سے مفتوح نہ ہوتا۔ اور کفار قریش کی حکومت اُسی طرح اُس پر سایہ فگن رہتی اور وہ تین سو ساٹھ بُت جن میں سب سے زیادہ کفر آفرین اور زمین کو ناپاک کرنے والی تصویریں مریم اور اُس کے بیٹے کی تھیں مکہ کے اندر رونق افروز رہتے باایں ہمہ قرآن کریم کی باتیں اور دعوے سچے رہتے اور قرآن کریم کے من جانب اللہ ہونے اور آپکے نبی صادق ہونے کے دامن پر کوئی دھبہ نہ لگتا۔ اگر ایسی ہی بے دلیل باتیں اور بلند آواز دعوے قابل پذیرائی ہیں تو ہمارے ہاتھ میں مذاہب باطلہ کے زہریلے سانپوں کا سر کچلنے کے لئے کونسا حربہ ہے۔ خدا کی کتاب نے یوم بدر کی فتح پر کس قدر فخر کیا ہے کس نازو ادا سے بھرے ہوئے الفاظ میں اس کا نام یوم الفرقان رکھا ہے اور اس کی وجہ بتائی ہے لیحق الحق بکلمتہٖ و یقطع دابر الکافرین یعنی وہ یوم اس لئے وقوع میں لایا گیا کہ خدا تعالیٰ کی مونہہ کی باتیں پوری ہوں اور کافروں کی جڑ کٹ جائے۔ یہ آیت کس قدر صفائی سے گواہی دیتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کے پورا ہونے اور دین حق کی رواج پانے کے لئے کفار کی تباہی ضروری تھی۔ اس طرح کی ایک آیت نہیں دو نہیں قرآن کریم کا اکثر حصہ اسی قسم کے شواہد اور بیّنات سے بھرا ہوا ہے۔

آنحضرت صلعم کی مثیلیت موسیٰ کی کافی دلیل آپکا کفار پر غلبہ و ظفر و نصرت حاصل ہونا ہے

غرض خدا تعالیٰ کی غیرت نے اپنے کلام واللہ یعصمک من الناس کے ظہور صدق کے پاس کے لئے اتنا بڑا سامان کیا ہے کہ اُس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات کو خونی دشمنوں کے ۲۳ سالہ حملوں سے محفوظ رکھا۔ آپ کے روضۂ طیبہ مقدسہ مطہرہ کو جو جسم اطہر واقدس کے آرام کرنے کی جگہ اور بقائے دائمی کی کھلی آیت تھی قائم اور محفوظ رکھا۔ آپکے باقی تمام آثار کو قائم و محفوظ رکھا۔ بیت اللہ الشریف کو محفوظ رکھا۔ عربی زبان کو محفوظ رکھا۔ قرآن کریم کو حسب وعدہ انا لہ لحافظون محفوظ رکھا اور اسی طرح قیامت تک شریر ناپاک دشمنوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی حکیمانہ باتیں اور قادرانہ فعل اور پیش بندیاں ہیں اس لئے کہ دلائل اور براہین ہیں اسلام کو ہمیشہ مذاہب باطلہ پر غلبہ و فوق حاصل ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہم اپنے نبی کی عصمت کے ایسے بیّن ثبوتوں کے مقابل اور شعائر اسلام اور قرآن کریم کی ایسی چمکدار زندگی اور بقا کے سامنے کس طرح قائل ہو سکتے ہیں مسخ شدہ توریت کی عصمت کے اور لوقا متی مرقس وغیرہ کی مجذوم کتابوں کی عصمت کے اور اُس مخذول نامراد و ناکام آدم زاد کی عصمت کے جسے وہ ردی کتابیں یسوع کے نام سے پیش کرتی ہیں۔

اسلام کے آثار قرآن اور ان کی بقا کا راز

ہم میں اور شیعوں میں فیصلہ کے لئے وہی منہاج مستقیم ہے جو ہم میں اور نصرانیوں میں ہے۔ دعوے اور دلیل میں ایک حرف بھی کم و بیش کرنے کے بغیر انہی ہتھیاروں سے بحکم بحولہ و قوتہ اس میدان مقابلہ میں ہم نکلتے اور للکار کر کہتے ہیں کہ خدا کے کلام اور خدا کے کام سے امام المومنین الی یوم الدین ابوبکر اور آپ کی جماعت کے ارتداد۔ نفاق اور لالچی ایمان پر اور اپنے مسلّم ائمہ کی عصمت پر دلیل لاؤ۔ اور حضرت ابوبکر اور آپ کی جماعت کو کافر و مرتد کہنے میں خوارج اور اباضیہ کی بدقسمتی میں شریک ہونے سے ڈر جاؤ جو تمہارے جیسے دلائل و براہین سے تمسک کر کے جناب مرتضیٰ کو کافر و مرتد کہتے ہیں۔ اگر تم میں کوئی رشید ہوتا تو اسکے لئے خوارج کے وجود میں کافی عبرت موجود تھی مگر افسوس کورانہ تقلید نے ذہنوں کو اُس عبرت انگیز رسالہ کے مطالعہ کیطرف متوجہ ہونے سے روک دیا۔ سوچو اور خدا کے لئے غور کرو کسی کو ملعون۔ مرتد اور منافق کہنا کیا ہمارے اختیار میں ہے اور انسانوں کے اعمال و اقوال کے دقائق اور اسرار کو مکافات و جزا کے لئے وزن کرنے کی قسطاس مستقیم کیا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اور کیا یہ خوفناک الفاظ

اباضیہ شیعوں کے لئے کافی سبق ہیں

بے نتیجہ الفاظ ہیں اور جن لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ کے کلام میں یہ الفاظ بولے گئے ہیں اُن کے اعمال کے نتائج میں اور نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں کے اعمال کے نتائج میں کوئی مابہ الامتیاز بھی ہے۔ ان امور کے لئے قرآن کریم اور بالخصوص یہی سورۂ انفال ہم میں اور تم میں حَکَم ہے۔ میں خدا تعالیٰ کو گواہ کرکے یہ اقرار نامہ لکھہ دیتا ہوں کہ مجھے اس حَکَم عدل کے فیصلہ سے سرمو انحراف نہ ہوگا اور ابدی ملعون ہووہ ناپاک دل جو اس کے آخری فیصلہ سے روگردانی کرے۔ کیا تمہیں بھی یہ حَکَم منظور ہے۔ پھر ہم میں اور تم میں فیصلہ کا وقت قریب ہے۔ آؤ اس سورۂ مبارکہ کے ہر ایک رکوع کے ساتھہ ساتھہ چلتے جائیں۔ اور مومنوں اور منافقوں کے حق میں اس کے فیصلے سنیں۔

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاویکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبت لعلکم تشکرون۔ یاایھا الذین امنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا امنتکم وانتم تعلمون۔ واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم۔ **ترجمہ**۔ اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین (مکہ) میں تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہاری بیخ کنی کر دینگے پھر تمکو ماوی دیا اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں طیبات عطا فرمائیں تو کہ تم شکر کرو۔ اے مومنو مت خیانت کرو اللہ کی اور رسول کی اور مت خیانت کرو اپنی امانتوں کی جان کر۔ اور جان لو کہ تمہارے مال اور تمہارے بچے فتنہ ہیں اور بڑا اجر تو اللہ کے پاس ہی ہے۔

اس آیت کا جیسا ایک کھلا کھلا ظاہر ہے اس کے بطن میں ایک عظیم الشان حقیقت اور پیشگوئی چھپی ہوئی ہے۔ پہلی آیتوں سے اس کا ربط اور تعلق بڑا صاف ہے۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول کی اطاعت اور آواز کے سننے میں تمہاری زندگی اور بقا ہے اور اس کی اطاعت سے انحراف کرنے میں خطرناک فتنوں کے وقوع کا اندیشہ ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنی عادت کے موافق ایک دلیل اطاعت رسول کے فوائد و منافع پر بدر کی عظیم الشان فتح بیان فرمائی اور اس میں دکھایا کہ اگر رسول کے منشاء کے خلاف دوسرے مشیروں کی رائے پر عمل ہوتا تو کیا ہوتا اور رسول کی اطاعت سے کسقدر برکتیں حاصل ہوئیں۔ اس آیت میں ایک اور کھلی دلیل رسول کی اطاعت کے فوائد پر بیان فرماتا ہے اور یہ ایسی دلیل ہے کہ مخاطبین کے قلب اس کی عظمت اور وقعت کے معترف تھے وہ خوب جانتے تھے

کہ مکہ میں اُس قلت اور ضعف کے وقت میں ان کی کیا حالت تھی۔ اُنہیں طرح طرح کے دُکھ دیئے جاتے تھے اور تباہی اور موت کا ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا۔ پھر ایوا کے بعد یعنے مکہ کی اس انتشاری اور پراگندہ گی اور تباہی کی حالت کے بعد جب مدینہ طیبہ اُنکا ماوی بنا اور خدا تعالیٰ کی نصرت کی تائید نے کفار قریش پر بدر کے مقام میں انہیں فتح دی تو پھر اُن کی کیا حالت ہو گئی۔ وہ اس تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھ چکے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بشیر و نذیر کیسا سچا ثابت ہوا جو مکی آیتوں کے ذریعہ ایسے وقتوں میں اُن کے کان میں پڑا تھا جب کہ اسلام پورے معنوں میں بے سامان اور ناتوان تھا اور کفر اپنی شوکت اور عدت اور ہیبت میں کسی چیز کو اپنا ثانی نہیں سمجھتا تھا۔ اُن کے موذی دشمن ائمۃ الکفر جو مکہ میں انہیں بھیڑیوں اور چیتوں کی طرح پھاڑ پھاڑ کر کھاتے تھے اُن کی آنکھوں کے سامنے مقام بدر میں کتوں کی موت مارے گئے اور اسم نذیر کی قہری تجلی کی ایک ہی چمک سے نار جہنم کا ہیزم بن گئے اور اسم بشیر کے فیضان و برکات نے اولیاء الرسول کو کہاں سے کہاں تک پہونچایا۔ خدا تعالیٰ کے کلام کی بین صداقت اور رسول کی اطاعت کا یہ لذیذ پھل ہنوز ابتدائی سبق تھے جو مومنوں کو آئندہ کے عظیم الشان وعدوں کی برکات سے متمتع ہونے کے لئے کامل ایمان اور کامل اطاعت کی راہ نمائی کرتے اور ساتھ ضعف ایمان اور معصیت کے بدنتائج سے ڈراتے تھے۔

آنحضرت صلعم کی فتوحات خلفاء راشدین کی فتوحات کا مقدمہ تھیں

مگر بات اسی حد تک ختم نہیں ہو جاتی۔ علیم و حکیم خدا تعالیٰ کی حکیم و مبارک کتاب ہمیں بارہا اپنی عادت کا ثبوت دے چکی ہے کہ پیش پا اور مدنظر واقعات کے ضمن میں اُس قبیل اور جنس کے واقعات کی طرف بھی اُس کا اشارہ ہوتا ہے جن کے وقوع کا سلسلہ آئندہ زمانوں میں حرکت میں آتا ہے۔

اس کو صاف لفظوں میں یوں سمجھنا چاہیئے کہ جب کوئی ایسا زمانہ ہو کہ مسلمانوں کو اس میں قرآن کریم کی سچی اتباع کی توفیق مل جائے اور اطاعت اللہ اور اطاعۃ الرسول کا شرف ٹھیک طور پر انہیں نصیب ہو تو اُن کے لئے اُن ہی برکات و ثمرات کے دروازے کھل جاتے ہیں جو پہلے مہبط قرآن (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور آپ کی جماعت پر کھلے۔ انہیں اُس وقت بھی وہی فرقان ملتا ہے جو ان میں اور اُن کے غیروں میں بین فرق اور امتیاز کر دیتا ہے۔ وہ اُس وقت بلا تفاوت مثل اصحاب الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مثیل یا بروز یا در حقیقت وہی ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے خلاف جب خدا اور رسول کی نافرمانی اور فشل اور تفرقہ اور فسق و فجور میں مبتلا ہو جائیں تو وہی زمانہ تازہ ہو جاتا ہے جو ایسے صفات کے

ظہور کے وقت پہلے دنوں میں حادث ہوا تھا۔ اسی لطیر خوبی کیوجہ سے قرآن کریم کو مبارک یعنے زندہ کتاب مانا جاتا ہے۔ اس زندہ کتاب کے وعدے اور وعید ہر وقت زندہ ہیں اس لئے کہ یہ اُس زندہ خدا کی کتاب اور کلام ہے جو اپنے قادرانہ کاموں سے ہر وقت اپنے تصرف اور ارادے اور علم کی گوناگون طاقتیں دکھاتا ہے۔ اس راز کا پورا حل اس دعا سے ہوتا ہے جو ہمیں سورۂ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ اس میں یہ صاف سکھایا گیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ منعم علیھم کا بھی موجود رہتا ہے اور اُن کے مقابل نصرانیت اور یہودیت کی شرارت اور خباثت بھی موجود رہتی ہے۔ اور بڑی بھاری کلید ان امور کے فتح باب کی اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کا وجود باجود ہے جس کے ظہور اور واقعات زندگی سے وہ تمام سنن اور واقعات نئے سرے زندہ ہو گئے ہیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اس منعم علیہ انسان کامل نے یوم بدر بھی ہمیں دکھایا۔ اذ یمکربک الذین کفروا کے مختلف نظارے بھی دکھائے۔ یہ بھی دکھایا کہ ان صفات کے زندہ موصوف یہودی اس وقت بھی موجود ہیں جو گذشتہ زمانہ کے یہودیوں کے علامات وصفات سورۂ بقرہ میں موجود ہیں اور غیر المغضوب علیھم کی تعلیم میں ان بندروں اور سوروں اور پرستاران طاغوت کی راہ سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور وحی جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیمۃ جو براہین احمدیہ میں مذکور ہے خبر دیتی ہے کہ جس طرح اس کے اسم نذیر نے ہمارے زمانہ میں اپنی قہری تجلّی کے کھلے کھلے ثبوت دئے ہیں اس کا اسم بشیر بھی اولیاء الرحمٰن کے حق میں عجیب جلوے دکھائے گا۔

حاصل کلام اس آیت کے بطن میں ایک عظیم الشان پیشگوئی مرکوز ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ذرا سا موجود امن اور خفیف کثرت جو اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہے یہ توطیہ و تمہید ہے اُس آنے والے زمانہ کی جبکہ اسلام کو واقعی قدرت اور محیط شوکت اور پورا پورا امن ملیگا۔ اور جیسے اس وقت ان کے محدود داور گھر کے دشمن کفار قریش ان کی راہ سے اُٹھا دئے گئے ہیں ان کے بیرونی دشمن جو بڑی بڑی سلطنتیں اور شوکتیں رکھتے ہیں ان کے تختوں کو انکے پاؤں کی چوکی بنا دیا جائے گا اور لا الہ محمد رسول اللہ کے لئے نہ صرف جزیرہ نمائے عرب

ہمارا آقا مسیح موعودؑ قرآن کی سچائی کا زندہ ثبوت ہے

بلا مزاحمت جولان گاہ بن جائے گا بلکہ اطراف کے ممالک بھی اس مبارک آواز اور دعوت کو گوش قبول سے سنیں گے۔ اس بات کی تائید درمنثور کے ایک اثر اور ایک حدیث سے بڑی قوت سے ہوتی ہے جو یتخطفکم الناس کی تفسیر میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں عن وھب رضی اللہ عنہ فی قولہ یتخطفکم الناس قال الناس اذ ذاک فارس والروم۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس قیل یارسول اللہ ومن الناس قال اھل فارس۔

فارس و روم دونوں کی فتح اور ان کے فاتحوں کی نسبت پیشگوئی

اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب مولائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب خدا تعالیٰ کے اس کلام سے استنباط سمجھ گئے تھے کہ اسلام کی راہ میں بڑی بھاری روکیں اور خبیث دشمن فارس اور روم ہیں۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے وعدے پر ایمان رکھتے تھے کہ ایک وقت آئیگا جب یہ دونوں دشمن اسلام کے رستہ سے دفع کئے جائیں گے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ یقین کرتے تھے کہ جب تک فارس اور روم تباہ نہ ہوں گے اسلام کو قرار واقعی امن اور آرام نہ ملے گا۔ اسی امر کی تائید حدیث ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ وہلک قیصر فلا قیصر بعدہ کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں اس پیشگوئی کی تحریک بتاتی ہے کہ آپ ان طاقتوں کو اسلام کے حق میں مضر سمجھتے تھے۔ آخر کار تھوڑے ہی عرصہ میں واقعات نے بھی اس امر کا صاف ثبوت دے دیا کہ وہ دونوں سلطنتیں اسلام کی تباہی کی سب سے زیادہ پیاسی تھیں اب سوال یہ ہے کہ اس پیشگوئی کو جو اس آیت میں مذکور ہے کیا خدا تعالیٰ نے پورا کیا۔ کیا وہ شخص جس کے ہاتھ سے خدا تعالیٰ کے کلام کا صدق ظاہر ہو اس کی نسبت یہ نہیں کہا جائیگا کہ وہ مصالح الٰہیہ کے اتمام و اجرا کے لئے جارحۂ الٰہی ہے اور کیا ایسا شخص جس کے ہاتھ سے اسلام کو تمکین اور قدرت اور شوکت زمینوں اور دینوں پر نصیب ہو خلیفۃ اللہ علی ارض اللہ نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ اپنے کلام میں خلافت کے قائم کرنے سے اپنا منشاء بتا چکا تھا کما قال لننظر کیف تعملون۔ یعنی ہم تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھیں گے کہ تم کیسے کیا ہو۔ کیا وہ اعمال تم سے ظہور میں آتے ہیں جو ہماری مرضی کے مطابق ہیں۔ اور یاد رکھو اگر

تم نے ہمارے احکام اور وصایا کے خلاف کام کیا تو پہلوں کی طرح تمہیں بھی تباہ کر دیں گے۔ اور استخلاف کی آیت میں اپنا منشار اور غرض یہ بتا دی کہ میں تمہیں خلیفہ اس لئے بناؤں گا کہ ہمارے ذریعہ سے میرا دین مرتضیٰ (پسندیدہ) زمین میں جگہ اور قرار پکڑ جائے۔ اور اسلام تباہی اور بربادی کے خوف سے امن میں آجائے اور ایسی قوم پیدا ہو جائے جو میری عبادت کرے اور شرک سے بیزار ہو۔ یہ مسلم بات ہے کہ قدرت اور غلبہ اور امن اور پاؤں پکڑ لینا اس پر موقوف ہوتا ہے کہ استیصال کے بعد دشمن تباہ ہو جائیں۔ خدا کے ارادۂ خلافت کی صفائی بیان کیلئے ان لفظوں میں ادا کرنا سراسر حق اور حقیقت ہے کہ اُس حکیم علیم کو جب منظور ہوا کہ دین حقیقی کو جو اُس کا پسندیدہ دین تھا دنیا میں قدرت اور شوکت دی اُس نے اس غرض کے لئے ایسے خلیفوں کو پسند کیا جنہیں وہ اپنے کامل علم سے جانتا تھا کہ دین کی راہ سے ہر قسم کی طاقتور روکوں کو اٹھا دیں گے۔ یا دوسرے لفظوں میں اسے یوں سمجھو کہ خدائے قادر کے دین مرتضیٰ کی اشاعت و تکمیل طبعاً اس امر کی مقتضی تھی کہ وہ مقتدر غیور اور مظفر و منصور خلفاء اللہ کے سپرد کیا جاتا۔ ممکن تھا کہ اسلام ایک دین ہوتا جو گوشہ نشینوں رہبانوں کے مشرب کا ہم رنگ اور ہم قسمت ہوتا اور اس کی پست ذلیل تعلیم ایسی ہی قسم کی پست حوصلہ مخلوق کو اپنا آلہ بناتی۔ مگر خدا تعالیٰ نے انسانی فطرت کے سچے اور کامل اور ابدی عالمگیر مصلح دین کو تمام انبیاء سے بڑھ کر منصور و موید خاتم النبیین محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحیح بروزوں کے وسیلہ سے دنیا میں پھیلانا مقدر کر رکھا تھا۔ واقعات عالم کا مطالعہ کرنیوالے جانتے ہیں کہ دین مرتضیٰ کو اُس وقت جب اُس نے آنکھ کھولی اور پھر اُس وقت جب اُس نے پاؤں پر چلنا شروع کیا اور ہنوز لڑکھڑاتی پاؤں سے تھوڑا تھوڑا چلنا سیکھا تھا اور پاؤں پکڑنے اور قرار پذیر ہونے کے لئے ایک عرصہ اور مہلت درکار تھی تین قوموں سے پالا پڑا۔ پہلے اندرونی دشمن عرب اور اُن کے حلیف یہود وغیر ہم تھے۔ دوسرے دو بیرونی دشمن فارس اور روم تھے۔ اندرونی دشمنوں سے اسلام کو دو دفعہ سابقہ پڑا اور دونوں دفعہ کفر کی قوت او جمعیت نے ایسی خوفناک کارروائی کی کہ اگر خدا تعالیٰ کی نصرت دستگیری نہ کرتی تو اسلام نقش آب کی طرح دنیا سے مٹ چکا ہوتا۔ پہلی دفعہ تو میدان کے عظیم الشان ہیرو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے وجود گرامی کو سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اندرونی دشمنوں پر مظفر و منصور ہونے کا تاج عزت بخشا آپ نے

[illegible]

[illegible]

اسلام عہد نبوۃ میں بچہ تہا اور عہد خلافت ثلاثہ میں جوان ہوا

جس قسم کی فتح اور کامیابی عرب کے موذی دشمنوں کو پامال کرنے سے حاصل کی کسی نبی کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر سچی بات یہ ہے اور سچ کو چھپانا یا سچ کا انکار کرنا کافر لعنت بے ایمان کا کام ہے کہ دین مرتضیٰ ہنوز لڑکھڑانے والے پاؤں پر کھڑا ہوا تہا اور مشکل سے اپنے آنگن (اندرونی ملک) میں دو چار قدم ہی چلنا سیکھا تہا۔ کہ اتنے میں خدا تعالیٰ کے حکیم و علیم ارادہ نے آپکو دنیا سے اپنے پاس بلا لیا۔ آپ کا دنیا سے اُٹھنا تہا کہ دین مرتضیٰ کے سر پر قیامت کھڑی ہوگئی۔ اور فتنۂ ارتداد نے چاروں طرف ایسی آگ لگائی کہ مکہ اور مدینہ کے سوا باقی تمام عرب سے دین مرتضیٰ کی حکومت اُٹھ گئی علاوہ بریں اندرونی عداوت قیامت برپا کر رہی تھی اُدہر مردہ پرست رومیوں نے ایسے نازک وقت کو اسلام پر چڑھائی کرنے کے لئے غنیمت سمجھا۔ اگر اس وقت حضرت ابو بکر ان فتنوں کے فرو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت نہ پاتے تو پہر ایک دفعہ دین مرتضیٰ کے بکلی استیصال کا یقینی اندیشہ تہا۔ یہ ایسا وقت تہا کہ حضرت صدیق کی کارروائی پر خدا اور اس کے فرشتے برکات اور صلوٰۃ بہیج رہے تھے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی پیشگوئیوں کی سچائی ایسے شخص اور اس کی ایسی کارگذاری پر موقوف تھی۔ اسی بااستقامت انسان کا دم قدم تہا کہ اسلام کو پوری مضبوطی اور قرار عرب میں نصیب ہوا۔

لیکن افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ شیعہ حضرت ابو بکر کی کارگذاری سے ناراض ہیں اُنہیں اس بات کا سخت رنج ہے کہ مسیلمہ اور اُس کے لشکر کو حضرت ابو بکر نے کیوں سزا دی۔ ان "مومنوں" کے نزدیک مسیلمہ علم فتنہ کے کہڑا کرنے میں حق بجانب تہا اور ایک غاصب اور کاذب خلیفہ کی اطاعت اُس پر واجب نہ تھی اس لئے اسکا حق تہا کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا۔ علامہ حلی جو شیعوں کے قابل فخر مجادل اور مشہور ناصر ہیں موہوم خلافت بلافصل کے اور اس معدوم و موہوم خلافت کے ثبوت میں الفین (دو ہزار دلیل) کے مصنف ہیں اپنی کتاب منہاج الکرامہ میں مسیلمہ کذاب کو مظلوم فرماتے ہیں۔ اسی طرح ان کے بعض بہائی کافر مجوسی ابو لولو (قاتل جناب عمر علیہ السلام) کی تائید کرتے اور اُس کے حق میں کہتے ہیں اللھم ارض عن ابی لولو۔

میں خدا تعالیٰ کے کلام پر ایمان لاکر اور خدا تعالیٰ کے فعل کی گواہی کو دیکھ کر فیصلہ نہیں کرسکتا کہ اس قوم کو ابو بکر کا دشمن کہوں خدا کا دشمن کہوں پیغمبر خدا کا دشمن کہوں یا قصہ مختصر حق کا دشمن کہوں۔ حضرت ابو بکر اس لئے قابل الزام ہیں کہ اسلام کے اندرونی دشمنوں کی بیخ کنی آپ کے کی۔

حضرت عمر اس لئے واجب التعزیر ہیں کہ فارس اور روم کو جو بیرونی دشمن تھے اپنے
پامال کیا۔ غرض وہ سب خلفا اور ان کے اتباع ملوک و سلاطین سخت عذاب کے قابل ہیں
جن کے ہاتھ سے اسلام دنیا میں پھیلا۔ پھر کیا شیعہ اس بات پر خوش ہوتے کہ ان تمام خونخوار
دشمنوں کو اسلام کے تباہ کرنے کی قوت ملتی اور کوئی روک اُن کی راہ میں نہ ہوتی۔
سچی بات یہی ہے کہ یہ فرقہ اسلام کے پولیٹیکل دشمنوں کا نکالا ہوا ہے جو تین خلافتوں کے منتظم قادر
و قاہر عہد میں اپنے ناپاک دلوں کے متعفن بخارات نکال نہیں سکے۔ اور پھر انہیں خدا
تعالیٰ کے مونہہ کی باتوں کے مطابق حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت علی کے پُر اختلال
اور غیر منتظم زمانہ میں تاریک منصوبوں اور شرارت سے بھرے ہوئے جوڑ توڑ کا موقعہ ملا۔
ان شریر موذی نفلسٹوں کو دین کے لباس میں تفریق بین المسلمین کی خوب راہ مل گئی۔
اور واقعات عالم گواہ ہیں کہ اُس وقت کے بعد ہمیشہ جب اسلام اور نصرانیت یا اسلام
اور کفر کا مقابلہ ہوا ان مومنانِ طاق نے اپنے پورے زور و زر اور مکر اور حیلہ سے کفر اور
نصرانیت کی حمائت کی اور اسلام کے استیصال کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اگر
ان ازلی مخذولوں کے دلی ارادے پورے ہو جاتے تو خدا تعالیٰ کے وعدے کے دارالامان
شہر مکہ اور مدینہ مدت کے مردہ پرستی اور کفر کے جذام سے متاثر اور رزبازدہ ہو چکے ہوتے۔ ان
باتوں کی تفصیل کے لئے یہ مقام موزون نہیں۔ انشاء اللہ خلافت راشدہ حصہ دوم
میں ان امور پر کسی قدر تفصیل سے لکھا جائے گا۔

ہمارے شیعہ مناظر اس خط میں خدا کے کلام الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا
تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون
نحن اولیاءکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ سے استدلال کرتے ہیں کہ ایمان کے
لئے استقامت شرط ہے اور یہ صفت اُن کے زعم باطل کے موافق حضرت صدیق اور آپ کے
اتباع میں نہ تھی تو ان کے بزرگوں پر افسوس کریں یا ان کے خلف پر۔ تعجب پر تعجب آتا
ہے کہ کسی کو ان سے توفیق نہیں ملی کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی تفسیر کرنے کے لئے خدا کے
کلام سے مدد لیتا اور خدا کی مساجد میں خائف اور ترساں دل سے داخل ہوتا۔ استقامت

قرآن کریم کی ایک اصطلاح ہے اس کے معنوں کے لئے ازبس ضروری ہے کہ اسی مقدس لغت سے مشورہ کیا جائے۔ قرآن کریم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استقامت نتیجہ ہی صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر مضبوطی سے قدم مارنے کی توفیق پانے کا جو اہدنا الصراط المستقیم کی دعا میں سکھایا گیا ہے اور اس استقامت کے برکات وثمرات یا آیات وعلامات وہ ہیں جو آیت ان الذین قالوا الخ میں مذکور ہیں یعنی فرشتوں کا لگاتار مستقیم انسان پر اترنا اور اُن کو خوف وحزن سے محفوظ رہنے کی بشارت دینا اور دنیا اور آخرۃ میں اپنی ولایت اور نصرۃ کا مژدہ سنانا۔ یہ ہیں سچے معنے استقامت کے جن کی تائید میں خدا کا کلام اور خدا کا کام دونوں ہمیشہ مستعد کھڑے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ کے خوف اور عدل کو مدنظر رکھ کر دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس استقامت کا نمونہ کس نے دکھایا۔

استقامت کی تعریف

تاریخی امور اور واقعات عالم سے بجز ایسے جاہل ضدی کے کوئی انکار نہیں کر سکتا جو روز روشن کو بھی شب تاریک ثابت کرنے کی کوشش پر فخر کرتا اور سب کو اپنے تنگ اور تاریک علم میں واقعات مسلمہ سے بے خبر سمجھتا ہے۔ اسلام کی تمام تاریخیں اور تمام تاریخوں سے بڑھ کر سچی تاریخیں حدیث کی کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جان گزا واقعہ جیسا اصحاب واحباب کے لئے زہرہ گداز اور ہوش ربا ثابت ہوا ویسا ہی اعدائے اسلام کو نہائت مفید اور متوقع موقعہ دینے والا نکلا۔ آپکی وفات کی خبر سُنکر چاروں طرف سے موقعہ کے منتظر اس طرح کھڑے ہوئے جیسے برسات کی پہلی بارش سے مینڈکوں کے لاانتہا غول ٹرانے شروع ہو جاتے ہیں۔ ایسے نازک وقتمیں ایک طرف ان ٹڈی دل دشمنوں کا مقابلہ جو لحظہ بلحظہ اسلام کے تار وپود کو توڑ پھوڑ دینے کی دہمکی دیتے تھے۔ ایک طرف جیش اُسامہ کی تیاری۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء مبارک کی تعمیل میں بیس ہزار صحابہ کے لشکر کو

حضرۃ صدیق اکبر کی بے نظیر استقامت کا ثبوت

حضرت صدیق کو تین مشکلات پیش آئیں

مدینہ سے باہر نکال دینا اور نصاریٰ کے مقابل روانہ کرنا۔ ایک طرف صحابہ کے جم غفیر کا ایسے سانحہ جان کاہ کے احساس سے سراسیمہ اور حواس باختہ ہوجانا اور اسلام کے لانظیر مدبر فاروق کا حضرت صدیق کو ایسے خوفناک پریشانی کے وقت میں اتنے لشکر کو باہر بھیجنے سے روکنا۔ یہ سب باتیں ایسی تھیں کہ ایک ہی کا مقابلہ کرنا اور روبراہ لانا ایک مسلّم دل گردہ کے آدمی کے چھکے چھڑا دینے کے لئے کافی ہوتا ہے چہ جائے کہ اتنے خطرناک امور ایک ہی وقت میں جمع ہوجائیں۔ کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ نبوت کے دل گردہ کے سوا کسی معمولی انسان کے کندھے اس قدر بار گران کا تحمل کرسکتے ہیں۔ نبوت کا تیئیس برس کا ساختہ پرداختہ خاک میں مل جاتا اگر حضرت صدیق کی شکل و سیرۃ میں خاتم النبیین کا بروز و ظہور نہ ہوتا۔ تاریخوں میں تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین بڑی مشکلات اُس وقت حضرت صدیق کو پیش آئیں۔ ایک تو فتنہ ارتداد کا فرد کرنا تھا۔ پھر اس فتنہ کا بانی مسیلمہ کوئی بے سامان معمولی آدمی نہ تھا بلکہ بہت جلد اسکی دعوت کو دو لاکھ سے زیادہ جنگ آزما قوموں نے قبول کرلیا اور دوسرے مویدوں نے اپنی جمیعتوں کے ساتھ اور بھی اُس کی پیٹھ کو قوی کردیا اور یہ فتنہ بارود کی دوڑ کی طرح ہر طرف بجلی کی رفتار کے ساتھ دوڑتا تھا۔ اُس وقت مدینہ میں کافی فوج کا رکھنا کس قدر ضروری تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عین وفات کے نزدیک دنوں میں اسامہ بن زید کی سپہ سالاری کے تحت میں بیس ہزار صحابہ کا لشکر شام کیطرف روانہ کرنے کے لئے تیار کرچکے تھے۔ اور تمام جلیل الشان صحابی اس پر متفق الرائے تھے کہ اب اس لشکر کو مدینہ سے باہر نکالنا کسی طرح بھی زیبا نہیں جبکہ اندرونی دشمن پہاڑی سیل کی طرح دندناتا چلا آتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے حضرت صدیق سب کو ایک جواب دیتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کو پورا کرونگا اور جیش اسامہ کو روانہ کرکے رہوں گا۔ اس اختلاف کی مصیبت پر ایک اور مصیبت پیش آئی جو عرب کی حمیت اور انف کو جاننے والے کے نزدیک سب سے زیادہ مصیبت تھی

وہ یہ تھی کہ اسامہ بن زید ایک غلام ابن غلام اور پھر اٹھارہ اُنیس برس کے نوجوان کی افسری غیور احرار کو جن میں بڑے بڑے نامی عمر رسیدہ مہاجر اور انصار تھے ناگوار محسوس ہونے لگی۔ دانشمند امین مشیر حضرت صدیق کو مشورہ دیتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تو برداشت کر لیا گیا تھا مگر اب قلوب میں اس تلخ دوا کے پینے کا حوصلہ نہیں پایا جاتا اس لئے اس تجویز کو بھی کسی اور شکل میں تبدیل کرنا مناسب ہے۔

ان امور کو اُن لوگوں کے سامنے پیش کر کے جو ملک رانی اور سیاست کی رموز سے واقف ہیں انصاف کی درخواست کی جاتی ہے کہ اگر استقامت کا ٹھیک مطلب وہ نہیں جو حضرت صدیق نے اپنے نمونہ سے دکھایا تو اور کیا ہے۔ ممکن تھا کہ آپ کی تمام تدبیریں خاک میں مل جاتیں اس موجودہ وقت کے مقابل اور بزرگ اصحاب کی رائے سے اختلاف کرنے کے بعد آپ کی رائے اسلام کے سر پر مفاسد اور مصائب کے پہاڑ توڑ دیتی اور آپ ہر ایک مخالف کے طعن کا نشانہ بنتے مگر خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق فرشتوں کی فوج کو لگا تار آپ کی تائید و نصرت میں نازل فرمایا۔ آپ کو اپنے آقا و متبوع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کامیابی اور فوز کا وہ جنت ملا جس کی نظیر مقدس تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ جیسے آپ نے مدبر اصحاب کی رائے کی پیروی سے انکار کیا اسی استقامت کے ساتھ غیور بزرگوں کی انف و حمیت کے خلاف نوجوان غلام اسامہ کی افسری کو قائم رکھا۔ آپ نے اس کثیر اور مبارک لشکر کو مدینہ سے باہر ایسی صورت میں نکالا کہ امیر المومنین اور تمام برگزیدہ اصحاب پیادہ تھے اور ایک اسامہ سوار تھا۔

خدا تعالیٰ کا کلام اور اُس کا وعدہ چاہتا تھا ایسے وجود کو کہ جس کی استقامت اُس کے منشاء کے موافق ظہور میں آتی اور اُن نتائج و برکات کے پا لینے سے جو اس استقامت پر موعود تھے اُس کلام اور وعدہ کی سچائی کو ظاہر کرتی۔ سو بحمد اللہ حضرت صدیق کی مبارک لائف نے خدا تعالیٰ کے کلام اور کام کی گواہی سے اُس کا پورا ثبوت دیا۔

شیعہ اس بات کو مانتے ہیں کہ اُس خوفناک وقت میں جناب علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں مشغول تھے۔ اور معاً اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ حضرت ابو بکر ایسے حال میں اپنی خلافت کو سیدھا کرنے کے فکر میں مصروف تھے۔ اگرچہ انکا حضرت صدیق

کی نسبت یہ اعتراف بدنیتی اور اغراض پر مبنی ہے اور اپنے گمان میں اس امر سے حضرت صدیق کے خلاف ایک بات پیدا کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم ایک بڑے ذمہ داری کے کام سے سبکدوش کر دیئے گئے ہیں - اُن کے اس اعتراف نے خواہ کسی غرض سے ہو ہمیں ایک تکلیف سے نجات دلادی - اگر یہ لوگ اس بات کا انکار کرتے جب بھی ہم سب سے پہلے اسی کے ثابت کرنے کے متکفل ہوتے کہ ایسے وقت میں جبکہ معمولی غسال کی خدمت حضرت علی کے سپرد کی گئی - نبوت کی تطہیر اور تزئین یا قریب بمرگ اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے یا بوہ محمدیہ کو ابد تک زندہ رکھنے کا بارگراں اسلام کے آدم ثانی حضرت ابو بکر پر رکھا گیا - وذالك فضل الله یوتیه من یشاء - ایسے مرد آزما وقت میں پاؤں جماکر کھڑا ہونا اور استقامت کی ضرب سے پہاڑوں کو راہ سے پاش پاش کر دینا ایسے ہی مستقیم الاحوال انسان کا کام تھا جیسے حضرت صدیق تھے - حضرت صدیق کے وجود میں خدا تعالیٰ کے وعدے حرفاً پورے ہوئے - شیعہ اس سے زیادہ صاف فیصلہ اور کیا چاہتے ہیں - خدا تعالیٰ کے کلام نے اور اس کے کام نے صفائی سے دکھا دیا کہ استقامت کی صفت جیسی حضرت صدیق کے وجود میں پائی گئی صحابہ میں کوئی اس کی نظیر نظر نہیں آتی - کیا وہ جو گھر کی چار دیواری میں محصور بیٹھے ہیں اور ماتم گزین عورتوں کے ہم نشین ہیں اور وہ جو باہر میدان میں نکل کر آفات اور فتن کے پہاڑوں سے ٹکر لگاتے اور اسلام پر محیط ہو جانے والی سیاہ آندھی کے پاش پاش کرنے کی فکر میں غلطان پیچان ہیں اور آخر سچی کامیابی کا قیامت تک چمکنے والا تاج پہنتے ہیں برابر ہیں کلا واللہ لا یستوون عند اللہ - اگر شیعہ عدل کے پابند ہوتے حالانکہ عدل کو وہ جزو ایمان سمجھتے ہیں تو حضرت علی کا پر فتن اور اختلال سے بھرا ہوا زمانہ اُن کے آگے ناقابل تردد اور سچا فیصلہ پیش کر چکا تھا - یہ آخری وقت جبکہ اسلام کی مجموعی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور جابجا استقلال اور استبداد کے علم کھڑے کئے گئے حضرت صدیق کی منتظم اور مبارک خلافت کی حقیقت اور صدق کا ناطق گواہ تھا مگر افسوس ناپاک اغراض اور بے جا تعصب نے ہاتھوں کو عدل کی میزان کے اختیار کرنے سے شل کر دیا اور ایک صاف اور روشن بات خبیث مقاصد کی تاریکی میں چھپ گئی - ان سب باتوں میں

صداقت کا معیار خدا کا کلام تھا۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک نا اہل مرتد ظالم غاصب (کبرت کلمۃ تخرج من أفواھھم ان یقولون الا کذبا) کو خلافت منتظمہ اور خلافت بلا فصل اور لانظیر استقامت کا شرف ملتا ہے اور تمام علامات اور صفات اُس پر منطبق ہو جاتی ہیں جو خدا کے کلام میں مذکور تھیں مگر ایک سچے مستحق اور کامل مومن میں ایک بھی بات پائی نہیں جاتی۔ اگر یہ بات خدا تعالیٰ کی ازلی مصلحت کا راز نہیں تو بتاؤ اور کیا ہو سکتا ہے کوئی رشید و سعید جو ان باتوں میں خدا ترس دل سے غور کرے۔

ان تمام واقعات میں قابل غور بات ہے مہاجرین اور انصار کا۔ بجز ایک آدھ شخص کے عجیب شرح صدر سے متفق ہو جانا حضرت صدیق کی اطاعت پر۔ غیر تمند قوم اور اپنی رائے پر اصرار کرنے والی قوم کے قلوب کا ایک بات پر کھل جانا جو بالبداہت اُن کی رائے کے خلاف نظر آتی اور اُن کی الف و عادۃ کے مخالف تھی اُس قبول پر واضح دلالت ہے جو حضرت صدیق کی نسبت آسمان پر فیصلہ پا چکا تھا۔ خدا تعالیٰ نے تالیف قلوب کو اپنی صفت کہا اور اپنے رسول پر من جملہ منن اور احسانات کے اسے قرار دیا ہے۔ کما قال لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم۔ **ترجمہ**۔ اگر تو زمین کی ساری دولت کو خرچ کرتا تو بھی اُن کے دلوں کو جوڑ نہ سکتا لیکن یہ خدا کا فعل ہے کہ اُس نے اُن میں تالیف ڈال دی۔ خدا تعالیٰ کی دائمی سنت ہے کہ جب کسی قوم کی تباہی اور زوال کے دن آتے ہیں پہلے آثار اور قرائن اُس کی نگون بختی کے یہ نظر آتے ہیں کہ اُن میں اختلاف کلمہ اور تفرق آرا کا مہلک مرض پھوٹ پڑتا ہے۔ غیور بنو ہاشم با ایں ہمہ عصبیت موجود ہوں انصار با ایں ہمہ قدرت اور وعادی موجود ہوں اور بنو تیم کا ایک فرد سرون پر ایسا سوار ہو جائے کہ اُس کے بوجھ سے ناکیں مٹی سے جا لگیں اور قلوب سچے انشراح سے اس انقیاد پر فخر کریں یہ خدا تعالیٰ کے خاص فضل اور ازلی مشیت کا راز ہے۔ یہی امور ہیں جو کسی شخص کی لائف میں نظر آ جائیں تو عقلا اور مبصرین

حضرت صدیقؓ کی اطاعت پر تمام قلوب کا جمع ہو جانا خاص فضل الٰہی اور انکے نشان صداقت کی دلیل ہے

اُسے تاریخی انسان اور فخر بنی آدم مانا کرتے ہیں۔ اس کے سوا اور کونسی باتیں ہیں جو کسی شخص کے عظیم و جلیل ہونے کی علامات ہوا کرتی ہیں۔ قلوب کی یہ پاکیزہ حالت خواہ خداتعالیٰ کی خاص مشیت اور ارادہ کی خاص تحریک کا نتیجہ سمجھی جائے۔ خواہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ تعلیم کا زندہ اور تازہ ثمرہ اسے مانا جائے بات بڑی پختہ اور قابل توجہ ہے کہ اس قدر کثیر جماعت میں اتنی تحریکات کے ہوتے بھی اختلاف کلمہ اور تشتت آرا پیدا نہ ہوا۔ اگر ایک ناعاقبت اندیش حقیقت ناشناس اپنے ذلیل تعصب کی تائید میں یہ کہے کہ ابوبکر اور عمر کے اقتدار نے اُن تمام آتشین زبانوں پر مُہر لگادی اور نئی نئی زندہ غیرتمند قوم اپنی جنس کے دو ممبروں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچنے لگ گئی تو یہ بات حضرت صدیق پر درحقیقت اعتراض کی بات نہیں۔ معترض کی نادانی اور معاملہ نافہمی ہے کہ وہ اپنے آپکو کامیاب نکتہ چین سمجھتا ہے۔ جب خداتعالیٰ اپنے برگزیدہ نبی کے لئے روا نہیں رکھتا کہ اُس کی اپنی چالاکی اور بشری عقل اور زمینی منصوبوں کو اصحاب و خدام کی اطاعت اور جمع آوری کا موجب قرار دے اور تالیف قلوب کو محض آسمانی امر اور اپنا فضل فرماتا ہے تو اس صورت میں حضرت صدیق اور آپکے خادم عمر فاروق کے دباؤ اور منصوبہ کو تسخیر قلوب کے لئے سحر آفریں ماننا انہیں حضرت نبی کریم صلعم پر فضیلت دینا اور خدا کے کلام کی تکذیب کرنا ہوگا (نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ)۔ بہرحال سوال تو یہ ہے کہ حضرت علی کو وہ تالیف قلوب کیوں میسر نہ آئی۔ یہ مسلّم بات ہے کہ جس جم غفیر سابقین مہاجرین اور مومنین اولین اور انصار نے حضرت صدیق کی بیعت کی اُسی جماعت نے حضرت عمر سے اور پھر حضرت عثمان سے اُسی زندہ شرح صدر سے بیعت کی۔ مگر حضرت علی کے دور میں قلوب بے اختیار پھٹ گئے۔ بہت سے سکوت کے عالم میں خانہ نشین ہو گئے اور قلیل سے قلیل گروہ نے تردد اور تذبذب کی حالت میں آپ کا ساتھ دیا۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ خداتعالیٰ کا ارادہ آسمان پر دگرگون ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان کے قتل سے دل آسمانی جذب اور تحریک اور القا کے سبب سے ان تمام پیشگوئیوں کی

حضرت علی کو تالیف قلوب میسر نہ آئی

طرف منتقل ہو گئے جو خدا کی کتاب میں ایام فتن کی نسبت کی گئی تھیں اور ذہنوں پر کمال صفائی سے یہ منکشف ہو گیا کہ اب فتن اور اختلال کے ایام میں خدا تعالیٰ کی موعودہ خلافت کے دن نہیں۔ اس کی تائید حضرت امام بخاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل سے بخوبی ہوتی ہے۔ حدثنا عبدان انا ابو حمزہ قال سمعت الاعمش قال سألت ابا وائل شھدت صفین قال نعم فسمعت سھل بن حنیف یقول اتھموا رأیکم رأیتنی یوم ابی جندل ولو استطیع ان ارد امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرددتہ وما وضعنا اسیافنا علی عواتقنا لامر یفظعنا الا اسھلن بنا الی امر نعرفہ غیر امرنا ھذا۔ اعمش فرماتے ہیں کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا آپ صفین میں موجود تھے۔ اُس نے کہا ہاں۔ میں نے خود سنا سہیل بن حنیف لوگوں کو کہتے تھے اس ناکامی اور نامرادی پر تم اپنی رائے کو ملامت کرو۔ میں ایسا ذی وجاہت آدمی ہوں کہ حدیبیہ میں اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ کو اُلٹ پلٹ کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا اور یوں ہوتا تھا کہ جب کوئی ناگوار معاملہ پیش آیا اور ہم نے تلواریں اپنے کاندھوں پر رکھیں تو معاملہ سلجھ گیا مگر اب کوئی بات بنتی ہی نہیں۔

سہیل بن حنیف کے قول سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دلوں میں سماوی تحریک سے یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ لوگ حضرت علی کے محاربات اور واقعات کو خدا تعالیٰ کی منشا کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور یہ آثار اور قرائن اُن کی آنکھوں کے سامنے اُن نامرادیوں اور ناکامیوں نے پیدا کر دئے تھے جو قدم قدم پر پیش آ رہی تھیں اور کوئی پیچدار معاملہ سلجھتا نظر نہیں آتا تھا۔ حاصل کلام اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو "وصی" کے لئے بھی وہی تالیف قلوب پیدا کر دیتا جو نبی کے لئے کی تھی مگر اُس نے ایسا نہیں کیا۔ یہی بڑا بھاری ثبوت ہے اس امر کا کہ حضرت علی کو "وصی" ماننا خدا تعالیٰ پر اور اُس کے رسول پر خوفناک افترا کرنا اور خدا اور رسول کی عزت کو خاک میں ملا دینا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عزت۔ خاتم النبیین کی عزت آپکی زندہ نبوت کی عزت اسی میں ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافتوں کو پکے ایمان اور کامل یقین سے قرآن شریف کی پیشگوئیوں کے مطابق موعودہ خلافتیں تسلیم کیا جائے اور سچ پوچھو تو اس تسلیم اور اعتراف سے کسی کا خدا پر احسان ہی کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے کلام اور خدا تعالیٰ کے کام نے سر چڑھ کر منوا لیا ہے

حضرت علی کو وصی ماننا خدا کے کلام اور رسول کی عزت کو خاک میں ملا دینا ہے

کہ وہ خلافتیں موعودہ خلافتیں ہیں۔

غرض اسلام کی تمکین اور مسلمانوں کو ظالموں کے دستِ تطاول سے بچانے کے لئے پہلا کام حضرت ابوبکر صدیق علیہ السلام کے ہاتھ سے پورا ہوا۔ دوسرا کام فارس اور روم کی شوکت کو پامال کرنا تھا جو خدا تعالیٰ کے کلام کے وعدہ کے مطابق واقع ہونا ضروری تھا وہ حضرت عمر فاروق علیہ السلام سے ظہور میں آیا۔ فارس اور روم کی فتح کی پیشگوئی اس سورۃ کے سوا سورۃ الفتح میں بڑی قوت اور صفائی سے بیان ہوئی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات کو بھی یہاں لکھا جائے۔ مگر اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورۃ میں اُن مومنوں کی عجیب الفاظ سے تعریف کی ہے جنہیں اس فتح کا مبارک فخر ملنا مقدر تھا میں اخفائے حق کا مجرم اور خدا تعالیٰ اور خلق کے نزدیک مستوجب ملامت ہوں گا اگر خدا تعالیٰ کے قدوسیوں کے ابرائے ساحت اور تطہیر کے لئے اُن تمام آیتوں کو نہ لکھوں۔ یہ بھی بڑا صاف فیصلہ ہوگا ہم میں اور شیعوں میں۔ قال تعالیٰ شانہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطا مستقیما وینصرک اللہ نصرا عزیزا ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانھم وللہ جنود السموٰت والارض وکان اللہ علیما حکیما لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت جنٰت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ویکفر عنھم سیاتھم وکان ذٰلک عند اللہ فوزا عظیما ویعذب المنفقین والمنفقٰت والمشرکین والمشرکٰت الظانین باللہ ظن السوء علیھم دائرۃ السوء وغضب اللہ علیھم ولعنھم واعد لھم جھنم وساءت مصیرا وللہ جنود السموٰت والارض وکان اللہ عزیزا حکیما انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما سیقول لک المخلفون من الاعراب شغلتنا اموالنا واھلونا فاستغفر لنا یقولون بالسنتھم ما لیس فی قلوبھم قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد بکم

ضرًا او ارادبکم نفعًا بل کان اللہ بما تعملون خبیرًا بل ظننتم ان لن
ینقلب الرسول والمؤمنون الی اھلیھم ابدًا وّزیّن ذلک فی قلوبکم وظننتم
ظنّ السوء وکنتم قومًا بورًا ومن لم یؤمن باللہ ورسولہ فانّا اعتدنا
للکفرین سعیرًا وللہ ملک السمٰوٰت والارض یغفر لمن یشاء ویعذّب
من یشاء وکان اللہ غفورًا رّحیمًا سیقول المخلّفون اذا انطلقتم الی مغانم
لتاخذوھا ذرونا نتّبعکم یریدون ان یبدّلوا کلم اللہ قل لن تتّبعونا
کذلکم قال اللہ من قبل فسیقولون بل تحسدوننا بل کانوا لا یفقھون
الّا قلیلًا - قل للمخلّفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید
تقاتلونھم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرًا حسنًا وان تتولّوا
کما تولّیتم مّن قبل یعذّبکم عذابًا الیمًا - لیس علی الاعمی حرج وّلا علی
الاعرج حرج وّلا علی المریض حرج ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنّٰت
تجری من تحتھا الانھر ومن یّتولّ یعذّبہ عذابًا الیمًا - لقد رضی اللہ
عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشّجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السّکینۃ
علیھم واثابھم فتحًا قریبًا - وّمغانم کثیرۃً یّاخذونھا وکان اللہ عزیزًا
حکیمًا - وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا فعجّل لکم ھذہ وکفّ
ایدی النّاس عنکم ولتکون ایۃً لّلمؤمنین ویھدیکم صراطًا مستقیمًا -
وّاخری لم تقدروا علیھا قد احاط اللہ بھا وکان اللہ علی کلّ
شیء قدیرًا - ولو قاتلکم الّذین کفروا لولّوا الادبار ثمّ لا یجدون
ولیًّا وّلا نصیرًا - سنّۃ اللہ الّتی قد خلت من قبل ولن تجد لسنّۃ اللہ
تبدیلًا - الی قولہ لقد صدق اللہ رسولہ الرءیا بالحقّ لتدخلنّ المسجد
الحرام ان شاء اللہ امنین محلّقین رءوسکم ومقصّرین لا تخافون فعلم
مالم تعلموا فجعل من دون ذلک فتحًا قریبًا - ھو الّذی ارسل رسولہ
بالھدی ودین الحقّ لیظھرہ علی الدّین کلّہ وکفی باللہ شھیدًا محمّد

رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعًا سجدًا یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانًا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود ذٰلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطئہ فازرہ فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منھم مغفرۃ واجرًا عظیمًا۔

ترجمہ - (۱) ہم نے تجھے حق اور باطل میں فیصلہ کر دینے والی فتح دی یہ فتح اس لئے ہے کہ اللہ تجھے مغفور و معصوم ثابت کر دے اُن تمام قصوروں اور کوتاہیوں کے متعلق جو پہلے واقع ہوئیں اور جو پیچھے ہوئیں اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرے اور صراط مستقیم پر تجھے چلاوے اور اللہ تجھے عزت اور غلبہ والی نصرت دے (۲) اُسی نے اُتاری سکینت مومنوں کے دلوں میں اس لئے کہ اپنے پہلے ایمان کے ساتھ ایمان میں اور بھی ترقی کریں اور اللہ کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ علیم حکیم ہے (۳) اس کے علم و حکمت کا مقتضا ہے کہ انجام کار داخل کرے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں کہ چلتی ہیں اُن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہنے والے اُن میں اور اُن کی بُری حالتوں کی پردہ پوشی کر دے اور یہ داخل کرنا جنت میں اور پردہ پوشی اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے (۴) اور عذاب دے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کی نسبت بدگمانی کرتے ہیں اُن کے فساد نیت کا وبال اُنہی پر ہے - اور اللہ نے اُن پر غضب کیا اور اُنپر لعنت کی اور تیار کیا اُن کے لئے جہنم اور وہ انجام کی بری جگہ ہے (۵) اور اللہ کے لئے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ عزیز حکیم ہے (۶) ہم نے تجھے بھیجا ہے گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اس لئے کہ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر اور ہر قسم کی طاقت اور ہتھیار سے اُس کی نصرت کرو اور اُس کی تعظیم کرو اور اُس کی تسبیح کرو صبح اور شام (۷) جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے پھر جس نے بیعت کو توڑ دیا اُس کا وبال اُسی پر پڑے گا اور جس نے پورا کیا اُن شرائط کو جن کا اللہ سے عہد باندھا اللہ جلد دے گا اُسے بڑا اجر (۸) پیچھے رہ گئے ہوئے لوگ تجھ سے عذر کرتے ہوئے کہیں گے کہ ہمیں مشغول کر رکھا ہمارے مالوں اور گھر والوں نے سو استغفار کیجئے ہمارے لئے

کہتے ہیں اپنی زبانوں سے جو ان کے دلوں میں نہیں۔ تو کہہ کس کو کچھ اختیار ہے تمہارے بچاؤ
کے لیئے اللہ کے مقابل اگر ارادہ کرے تمہاری نسبت ضرر کا یا نفع کا اصل میں بات یوں نہیں
تم عذر کرنے میں جھوٹے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی جو تم کرتے ہو اور تخلف کی وجوہ کی خوب
خبر رکھتا ہے (۸) بلکہ تم اس لیئے پیچھے رہ گیے کہ تم نے یقین کر لیا کہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے
رسول اور مومن اپنے گھر والوں کی طرف اور یہ بات تمہارے دلوں میں سجائی گئی اور تم نے برا
گمان کیا اور تم ہلاک ہونے والے لوگ ہو (۹) اور جو شخص ایمان نہیں لایا اللہ اور اس کے
رسول پر وہ کافر ہے اور کافروں کے لیئے ہم نے دوزخ تیار کیا ہے (۱۰) اور اللہ کے لئے ہے
بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی بخش دے جسے چاہے اور سزا دے جسے چاہے اور اللہ غفور
رحیم ہے (۱۱) پیچھے رہ جانے والے تم سے کہیں گے جب تم غنیمت کے لینے کے لیئے روانہ ہوگے
کہ ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے پیچھے ہو لیں وہ خدا کے کلام کو بدلنا چاہتے ہیں تو کہہ تم ہرگز ہمارے
پیچھے نہیں آؤ گے اسی طرح اللہ پہلے بھی کہہ چکا ہے۔ اس کے جواب میں کہیں گے کہ خدا نے تو کچھ
نہیں کہا بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ان کو سمجھ ہی نہیں (۱۲) کہہ دو ان پیچھے
رہ جانے والے اعراب کو کہ عنقریب تم بلائے جاؤ گے ایک سخت جنگی قوم کے مقابلہ کے لیئے تم ان سے
جنگ کرو گے یا وہ فرمانبردار ہو جائیں گے۔ پھر اگر تم نے کہا مان لیا تو تم کو دے گا اچھا اجر اور اگر تم نے
مونہہ پھیر لیا جیسے پہلے پھیرا تو تم کو سخت سزا دے گا (۱۳) تخلف میں کوئی مضائقہ نہیں اندھے پر
اور نہ لنگڑے پر اور نہ مریض پر اور جو کہا مان لے گا اللہ اور اس کے رسول کا داخل کریگا اُسے
ایسی جنتوں میں کہ بہتی ہیں اُن کے نیچے نہریں اور جو مونہہ پھیرے گا اُسے سخت سزا دے گا (۱۴) بہت
خوش ہوا اللہ مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کرتے تھے پس جان لیا جو کچھ ان کے
دل میں تھا پس اُتاری اُنپر سکینت اور بدلہ میں دی اُنہیں نزدیک کی فتح اور اور بہت سی غنیمتیں
جنہیں وہ حاصل کریں گے اور اللہ عزیز حکیم ہے (۱۵) وعدہ کیا تم سے اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا
جنہیں تم حاصل کرو گے سو نقد کے طور پر تو تمہیں یہ دی اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تمہارے
مقابلہ سے اور نقد غنیمت اس لئے بھی دی کہ مومنوں کے لئے نشان ہو اور تم کو چلائے صراط مستقیم پر
اور اور غنیمتیں بھی ہیں جن پر تم ہنوز قادر نہیں ہوئے اللہ نے اُن کا احاطہ کر لیا ہے اور اللہ ہر شے پر

قادر ہے (۱۶) اور اگر کافر تم سے لڑتے جب بھی بھاگ نکلتے پھر کوئی ولی اور مددگار نہ پاتے
(۱۷) یہ ہے اللہ کی سنت جو پہلے سے واقع ہوتی رہی ہے اور تو اللہ کی سنت میں ہرگز تبدیلی
نہیں پائیگا (۱۸) اور اُسی نے روکا تھا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُنسے
مکہ کے اندر بعد اس کے کہ کامیاب کر دیا تم کو اُنپر اور اللہ تمہارے اعمال کو دیکھنے والا ہے
(۱۹) انہوں ہی نے کفر کیا اور تمہیں روکا مسجد حرام سے اور روکا قربانی کو درحالیکہ وہ اپنی جگہہ
پر پہونچنے سے روکی گئی اور اگر مومن مرد اور مومن عورتیں (مکّہ میں) نہ ہوتیں جن کی نسبت
خوف تھا کہ تم بے خبری میں اُنہیں پامال کر دیتے پھر اس کے عوض میں خواہ نخواہ تم بدنام ہوتے
(تو ہم تمہارے ہاتھ کو اُن سے نہ روکتے) اور یہ سب کچھہ اس لئے کیا کہ داخل کرے اللہ اپنی
رحمت میں جسے چاہے اگر اُن میں تفریق ہو جاتی تو ہم اُن میں سے کافروں کو سخت سزا دیتے
(۲۰) جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت کی حمیّت پیدا کی پس اُتاری اللہ نے اپنی سکینت
اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور اُنہیں پابند کیا تقویٰ کی بات کا اور وہی اُس کے حقدار
اور اہل تھے اور اللہ ہر شے کو جاننے والا ہے (۲۱) بے شک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب
دکھایا جو حق اور حکمت پر مبنی تھا کہ تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں انشاء اللہ امن سے اپنے
سروں کو مونڈنے والے اور بالوں کو چھوٹے کرنے والے تمہیں کوئی خوف وخطرہ نہ ہوگا
پس اللہ کے علم میں تھی وہ بات جس کا تمہیں علم نہ تھا پس اُس رویا کے مصداق کے واقع
ہونے سے پہلے ایک نزدیک کی فتح عنائیت کی (۲۲) اُسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدائیت
اور دین حق کے ساتھ اس لئے کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے
(۲۳) محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو آپ کے ساتھ ہیں شدید ہیں کافروں پر رحیم ہیں آپس میں
تو دیکھتا ہے اُنہیں رکوع کرتے سجدہ کرتے قصد رکھتے ہیں اللہ کے فضل اور خوشنودی کا اُنکی
علامت اُن کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر کے سبب سے وہ ہے اُن کی صفت توریت
میں اور اُن کی صفت انجیل میں مثل ایک کھیت کی جس نے نکالی اپنی کونپل پھر اُسے مضبوط
کیا پھر وہ موٹی ہو گئی پھر اپنے ڈنٹھل پر عمدگی سے کھڑی ہو گئی تعجب میں ڈالتی ہے کھیتی کرنے
والوں کو یہ سب کچھہ اس لئے ہے کہ کافر اُنہیں دیکھہ دیکھہ کر کڑھیں اور جلیں وعدہ کیا اللہ نے

اُن کے ساتھ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کئے اُن میں سے مغفرۃ اور بڑے اجر کا۔ اب میں استطاعت کی قدر اور اپنے مدعا کی مناسبت کے لحاظ سے نمبروار آیات کی تفسیر لکھتا ہوں وما توفیقی الا باللہ

(۱) اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ **فتح مبین** سے کیا مراد ہے اور اس کے نتائج غفر ذنب۔ اتمام نعمت۔ ہدایت صراط مستقیم اور نصر عزیز کا کیا مطلب ہے۔ فتح مبین بعض کے نزدیک مکہ کی فتح ہے۔ بعض صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہتے ہیں۔ در منثور میں ہے اخرج سعید بن منصور وابن جریر وابن المنذر والبیہقی فی البعث فی قولہ انا فتحنا لك فتحا مبینا قال نزلت فی الحدیبیۃ واُصاب فی تلك الغزوۃ مالم یصب فی غزوۃ أصاب أن بویع بیعۃ الرضوان فتح الحدیبیۃ وغفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر وبایعوا بیعۃ الرضوان واطعموا نخیل خیبر وبلغ الھدی محلہ وظھرت الروم علی فارس وفرح المومنون بتصدیق کتاب اللہ وظھور اھل الکتاب علی المجوس۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ انا فتحنا صلح حدیبیہ کی نسبت نازل ہوئی اور اس غزوہ میں وہ باتیں حاصل ہوئیں جو کسی میں نہیں ہوئیں۔ بیعۃ الرضوان اسی میں ہوئی۔ مغفرت ذنوب اسی میں ہوئی۔ اسی میں خیبر کی کھجوریں صحابہ کو کھانی نصیب ہوئیں۔ ہدی اپنے ٹھکانے لگی۔ اسی میں روم فارس پر غالب ہوئے اور مومن خوش ہوئے کہ مجوس پر اہل کتاب کے غالب آنے سے کتاب اللہ کی تصدیق ہوگئی۔ واخرج البیہقی عن المسور ومروان فی قصۃ الحدیبیۃ قالا ثم انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجعا فلما کان بین مکۃ والمدینۃ نزلت سورۃ الفتح من اولھا الی اخرھا فلما أمن الناس وتفاوضوا لم یکلم احد بالاسلام الا دخل فیہ فلقد دخل فی تلك السنین فی الاسلام اکثر مما کان فیہ قبل فکان صلح الحدیبیۃ فتحا عظیما۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوتے مکہ اور مدینہ کے رستہ میں تھے کہ سورۃ الفتح اتری جب لوگوں کو امن ملا اور ایک دوسرے سے بات چیت کا موقعہ ہاتھ آیا جس سے اسلام کے بارہ میں گفتگو کرتے وہ مسلمان ہو جاتا چنانچہ اُن سالوں میں اسلام میں پہلے سے بہت زیادہ لوگ داخل ہوئے۔ سو صلح حدیبیہ فتح عظیم ثابت ہوئی۔ واخرج ابن مردویہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا

قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحا مبینا قال فتح مکۃ - اس کا مطلب یہ ہے کہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔

حضرت امام رازی فرماتے ہیں فی الفتح وجوہ احدھا فتح مکۃ وھو ظاھر وثانیھا فتح الروم وغیرھا وثالثھا المراد من الفتح صلح الحدیبیۃ ورابعھا فتح الاسلام بالحجۃ والبرھان والسیف والسنان وخامسھا المراد منہ الحکم کقولہ تعالٰے ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وقولہ ثم یفتح بیننا بالحق۔

میرے نزدیک اس میں اختلاف کی کوئی بات نہیں فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کی فتح ایک ہی بات ہے۔ اس لئے کہ صلح حدیبیہ پیش خیمہ تھا فتح مکہ کا۔ خدا تعالیٰ کی سنت کے استقرا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب رسول اور مومنوں پر مصایب اور زحمتوں کے پہاڑ ٹوٹتے اور ظاہر بین آنکھیں کفار کی شوکت اور کثرت کے سبب سے کامیابی کے اسباب کو مفقود دیکھتی ہیں اس وقت اپنے برگزیدہ پر فتح و نصرۃ کی بشارت وحی نازل فرماتا ہے اس لئے کہ حزیں دلوں کی تسلی اور تسکین اور ان کے از جا رفتہ قوی کو اس سے قوت حاصل ہو اور نیز اس لئے بھی کہ دنیا معلوم کر لے کہ وہ علی کل شیٔ قدیر اور القاہر فوق عبادہ ہے اور آشکار ہو جائے کہ دنیا کے ناتوان فرزندوں کے منصوبے اور دانشیں اس کی قضا و قدر کے مقابل سراسر ضعف اور عجز اور بیوقوفی ہیں۔ بنابرآں میں شرح صدر سے تسلیم کرتا ہوں کہ یہ سورہ شریفہ حدیبیہ کے یوم کے بارہ میں ہے اور حضرت رازی رضی اللہ عنہ کی لانظیر تفسیر سے اتفاق کر کے پورے وثوق سے اعتراف کرتا ہوں کہ درحقیقت صلح حدیبیہ کلید تھی باب مکہ کے کھلنے کی اور مکہ کے بند دروازہ کے کھل جانے سے آخرکار اسلام کو وہ ساری فتحیں نصیب ہوئیں جو حضرت رازی نے وجوہ فتح میں بیان فرمائی ہیں۔ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد مخذول غدار یہود کا خیبر وغیرہ کا سے نکال دینا بیشک خدا تعالیٰ کا بڑا انعام تھا اس لئے بعض نے فتح مبین کو فتح خیبر بھی سمجھا ہے لیکن فتح مکہ وہ عظیم الشان فضل اور انعام اور امتنان اللہ تعالیٰ کا تھا کہ اس کی نظیر کسی نبی کی تاریخ میں پائی نہیں جاتی۔ فارس و روم اور دیگر بلاد کا مفتوح ہونا اور اسلام کا حجت اور برہان اور سیف و سنان سے ایک عالم پر غالب ہونا اور حق و باطل یا اسلام اور کفر میں فتح اور فرقان اور امتیاز کا واقع ہو جانا اسی فتح کا ثمرہ

اور نتیجہ یہ سب امور ہیں۔

از بس کہ صلح حدیبیہ پیش خیمہ یا اصلی جڑ تھی فتح مکّہ کی اور وہ ظاہری شکست اور ناکام واپس جانے کا سفر واقعی محرک تھا اُس بڑی فتح کا جو اسلام کی زندگی کا ابدی سرچشمہ تھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً واقعہ حدیبیہ کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ اس میں میرے مدنظر کئی اور فوائد بھی ہیں۔ اول یہ کہ اس وحی کی عظمت اور شوکت اور اس کا کلام اللہ ہونا اس واقعہ سے بے اختیار ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ عین ناتوانی اور بظاہر ناکامی اور یاس کی حالت اور واقعات میں کس شوکت اور تحدّی کی پیشگوئی ہے۔ لوگ تو یہ کہتے ہیں اور نہایت شکستہ دلی سے کہتے ہیں کہ ہم ہار کھا کر اور کفار کے ہاتھ میں ان کے حسب مراد غلبہ دیکر اتنے بڑے سفر سے ناکام جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا کلام بے حد زور سے پکار کر کہتا ہے انا فتحنا لك فتحاً مبيناً۔ یعنی یہ شکست نہیں یہ کھلی کھلی اور حق و باطل کا فیصلہ کر دینے والی فتح ہے۔ اس بظاہر ناکامی کے نتائج عنقریب معلوم ہو جائیں گے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس واقعہ سے یہ عبرت انگیز سبق ملتا ہے کہ زمین کے ناعاقبت اندیش فرزند خدا تعالیٰ کے ماموروں مرسلوں کی نسبت کیا کیا منصوبے سوچتے ہیں اور اُن کا نتیجہ کس طرح اُن کی مرادوں کے خلاف رسولوں کی فتح و نصرت کی شکل پیدا کر دیتا ہے۔ تیسرا فائدہ یہ ہے کہ مامور من اللہ کے کسی فعل پر کسی رؤیا پر کسی وحی پر غرض کسی قول و فعل پر اعتراض کا مونہہ کھولنے کی جرأت کرنا سوء ادب اور غلط کاری ہے خواہ ظاہر میں ان امور میں سے کوئی امر دلوں کی مراد اور غرض اور ہوا اور علم اور منشار کے خلاف ثابت ہو۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ رؤیا کی حقیقی تاویل یا غیب سے خبر دینے والی وحی کی واقعی مراد اسی وقت منکشف ہوتی ہے جب اُس کا وقوع ہو۔ جب تک خدا تعالیٰ کے قرارداد ارادہ اور علم کے موافق وہ واقع نہ ہو اور اُس کے وقوع کے بعد خدا تعالیٰ کا ٹھیک منشار سمجھ میں نہ آجائے اس سے پہلے صاحب الوحی کا اُس کے مفہوم کو اپنی مراد کے قالب میں ڈھال کر اس کے اسباب تکمیل کو اختیار کرنا اور اس میں خلاف مراد امور کا پیش آنا اُس کی شان میں منقصت کا موجب نہیں ہوتا۔ اس سے اپنی جماعت کی قوت ایمانی کو بڑھانا۔ انہیں حسن ظن اور صبر کی تعلیم دینا اور غیروں کو خوف دلانا مقصود ہے جو خدا تعالیٰ کے مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کے بعض امور کو اپنی ناقص اور محدود واقفیت کے خلاف پا کر اعتراض کی زبان کھولتے اور کلام الٰہی اور سنت الٰہیہ کی تکذیب و انکار سے خدا تعالیٰ کے

صلح حدیبیہ کے واقعات میں کیا سبق ملتے ہیں

غضب کے مستوجب ٹھہرتے ہیں۔ اور صلح حدیبیہ کا واقعہ یہ ہے۔

قال الزهری ثم بعثت قریش سهیل بن عمرو اخا بنی عامر بن لؤی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقالوا له ائت محمداً فصالحه ولا یکن فی صلحه الا ان یرجع عنا عامه هذا فوالله لا تحدث العرب عنا انه دخلها علینا عنوة ابدا فاتاه سهیل بن عمرو فلما رآه رسول الله صلی الله علیه وسلم مقبلا قال قد اراد القوم الصلح حین بعثوا هذا الرجل فلما انتهی سهیل بن عمرو الی رسول الله صلی الله علیه وسلم تکلم فاطال الکلام و تراجعا ثم جری بینهما الصلح فلما التأم الامر ولم یبق الا الکتاب وثب عمر بن الخطاب* فأتی ابا بکر فقال یا ابا بکر الیس برسول الله قال بلی قال اولسنا بالمسلمین قال بلی قال اولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیة فی دیننا قال ابو بکر یا عمر الزم غرزه فانی اشهد انه رسول الله ؐ قال عمر وانا اشهد انه رسول الله ؐ ثم اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله ألست برسول الله ؐ قال بلی قال أولسنا بالمسلمین قال بلی قال أولیسوا بالمشرکین قال بلی قال فعلام نعطی الدنیة فی دیننا قال انا عبد الله ورسوله لن اخالف امره ولن یضیعنی قال فکان عمر یقول مازلت أتصدق وأصوم وأصلی وأعتق من الذی صنعت یومئذ مخافة کلامی الذی تکلمت به حتی رجوت ان یکون خیراً قال ثم دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علی بن ابی طالب رضوان الله علیه فقال اکتب بسم الله الرحمن الرحیم قال فقال سهیل لا اعرف هذا ولکن اکتب باسمك اللهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکتب باسمك اللهم فکتبها ثم قال اکتب هذا ما صالح علیه محمد رسول الله ؐ سهیل بن عمرو قال فقال سهیل لو شهدت انك رسول الله ؐ لم أقاتلك ولکن اکتب اسمك واسم ابیك قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکتب هذا ما صالح علیه محمد بن عبد الله سهیل بن عمرو اصطلحا علی وضع الحرب عن الناس عشر سنین یأمن فیهن الناس ویکف بعضهم عن بعض علی انه من أتی محمداً من قریش بغیر اذن ولیه رده علیهم ومن جاء قریشا ممن مع محمد لم یرده علیه وان بیننا عیبة مکفوفة وانه لا اسلال ولا

عمر کا تشدد

* یہ واقعہ جو حضرت فاروق کیطرف منسوب کیا گیا مردود ہے اُس شہادۃ کے ساتھ جو کلام اللہ نے اُن کی نسبت دی اور فعل اللہ نے اُس کی تائید کی۔ اسپر میں انشاء اللہ عنقریب لکھوں گا۔ منہ*

اغلال وانه من احب ان يدخل فی عقد محمد وعهده دخل فيه ومن احب ان يدخل فی عقد قريش وعهدهم دخل فيه فتواثبت خزاعة فقالوا نحن فی عقد محمد وعهده وتواثبت بنو بكر فقالوا نحن فی عقد قريش وعهدهم وانك ترجع عنا عامك هذا فلا تدخل علينا مكة وانه اذا كان عام قابل خرجنا عنك فدخلتها باصحابك فاقمت بها ثلاثا معك سلاح الراكب السيوف فی القرب لا تدخلها بغيرها فبينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يكتب الكتاب هو وسهيل بن عمرو اذ جاء ابو جندل بن سهيل بن عمرو يرسف فی الحديد قد انفلت الی رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حين خرجوا وهم لا يشكون فی الفتح لرؤيا رآها رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رأوا ما رأوا من الصلح والرجوع وما تحمل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فی نفسه دخل على الناس من ذلك امر عظيم حتی كادوا يهلكون فلما رأى سهيل اباجندل قام اليه فضرب وجهه واخذ بتلبيبه ثم قال يا محمد قد لجت القضية بينی وبينك قبل ان ياتيك هذا قال صدقت فجعل ينتره بتلبيبه ويجره ليرده الی قريش وجعل ابو جندل يصرخ باعلی صوته يا معشر المسلمين أأرد الی المشركين يفتنونی فی دينی فزاد ذلك الناس ما بهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا اباجندل اصبر واحتسب فان الله جاعل لك ولمن معك من المستضعفين فرجا ومخرجا انا قد عقدنا بيننا وبين القوم صلحا واعطيناهم على ذلك واعطونا عهد الله وانا لا نغدر بهم قال فوثب عمر بن الخطاب مع ابی جندل يمشی الی جنبه ويقول اصبر يا اباجندل فانما هم المشركون وانما دم احدهم دم كلب قال ويدنی قائم السيف منه قال يقول عمر رجوت ان ياخذ السيف فيضرب به اباه قال فضن الرجل بابيه ونفذت القضية فلما فرغ من الكتاب اشهد على الصلح رجال من المسلمين ورجال من المشركين ابو بكر الصديق وعمر بن الخطاب وعبد الرحمن بن عوف وعبد الله بن سهيل بن عمرو وسعد بن ابی وقاص ومحمود بن مسلمة ومكرز بن حفص وهو يومئذ مشرك وعلی بن ابی طالب وكتب وكان

هو كاتب الصحيفة —— قال الزهرى فى حديثه ثم انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم من وجهه ذلك حتى اذا كان بين مكة والمدينة نزلت سورة الفتح (سيرة ابن هشام) **ترجمہ**۔ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ سے صلح کرے اور صلح اس شرط سے ہو کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں ہم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے کہ عرب ہماری نسبت مشہور کریں کہ آپ زبردستی مکہ میں داخل ہو گئے۔ سہیل بن عمرو آپ کے پاس آیا جب آپ نے اُسے دیکھا فرمایا اس شخص کا بھیجنا بتاتا ہے کہ ان لوگوں کا منشا ر صلح کرنا ہے۔ سہیل نے آپ کے پاس پہونچکر گفتگو شروع کی اور دیر تک جانبین میں تکرار ہوتی رہی آخر صلح کی بات چلی جب سب معاملہ خو طے ہو گیا اور صرف تحریر باقی رہ گئی عمر بن خطاب بڑی تیزی سے ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے سوال کیا ابوبکر! کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ اُنہوں نے کہا بیشک ہیں پھر کہا کیا ہم مسلمین نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں۔ پھر کہا وہ مشرک نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں پھر کہا تو پھر ہم کیوں ایسی شرائط پر صلح کریں جن سے ہمارے دین کی ہتک ہو۔ ابوبکر نے فرمایا عمر! آپ کی رکاب پکڑے رہ یعنی آپ کی بات کی پیروی کر میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں عمر نے کہا میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا اے رسول اللہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ فرمایا ہاں ہوں۔ پھر کہا کیا ہم مسلمین نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں پھر کہا کیا وہ مشرک نہیں؟ فرمایا ہاں ہیں پھر کہا تو ہم پھر کیوں اس طرح دبکر صلح کریں آپ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں میں ہرگز اس کے امر کا خلاف نہیں کروں گا اور وہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ عمر کہا کرتے تھے کہ میں مدتوں تک صدقہ کرتا روزے رکھتا نمازیں پڑھتا اور غلام آزاد کرتا رہا اس کارروائی کی وجہ سے جو مجھسے ہو گئی اور ان باتوں کے سبب سے جو میرے مونہہ سے نکل گئیں یہاں تک کہ مجھے بہتری کی پوری امید ہو گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب کو بلاکر فرمایا لکھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سہیل نے کہا میں نہیں سمجھتا یہ کیا ہے بلکہ یہ لکھو باسمک اللھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا یہی لکھ دو پھر لکھو یہ وہ شرائط ہیں جنپر مصالحت کی محمد رسول اللہ نے سہیل بن عمرو سے سہیل نے کہا اگر میں آپکو رسول اللہ مانتا تو آپ سے لڑتا ہی کیوں بلکہ آپ اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یوں لکھو یہ وہ شرطیں ہیں جن پر مصالحت کی محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے
مصالحت کا مضمون یہ ہے کہ دس سال تک لڑائی موقوف رہے گی ان سالوں میں لوگ امن سے
زندگی بسر کریں گے اور کوئی کسی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔ ماسوا اس کے جو شخص قریش سے بغیر
اذن اپنے ولی کے محمدؐ کے پاس آئے گا محمدؐ اسے اُن کی طرف واپس کرے گا اور جو محمدؐ کے ساتھیوں
سے قریش کے پاس جائے گا وہ اُسے واپس نہیں کریں گے۔ اور ہمارے سینے اس عہد کی پابندی
میں ہر قسم کی خیانت بدعہدی اور فریب دہی سے پاک صاف رہیں گے۔ اور جو شخص محمدؐ کے عقد اور عہد
میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے اور جو قریش کے عقد و عہد میں داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔ اس
بات کو سُنکر خزاعہ اُٹھے اور کہنے لگے ہم محمدؐ کے عقد و عہد میں داخل ہوتے ہیں اور بنو بکر بولے ہم قریش کے
عقد و عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ اور کہنے لگے کہ تو اب کے سال واپس چلا جا اور مکہ میں داخل نہ ہو۔ دوسرے
برس ہم تیری راہ چھوڑ دیں گے سو تیرا اختیار ہو گا تو اصحاب کے ساتھ آجائے اور تین دن تک مکہ میں ٹھہرے
تیرے ساتھ سوار کے ہتھیار تلواریں میان میں کی ہوئی ہوں بغیر اس صورت کے مکہ میں نہ آئے۔ یہ تحریر ہو ہی
رہی تھی کہ اتنے میں ابو جندل بن سہیل بن عمرو قید میں جکڑ بند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر
آیا۔ اور آپ کے اصحاب کا حال یہ تھا کہ وہ جب مدینہ سے نکلے تھے انہیں آپکی رویا کی بنا پر فتح مکہ کا کامل یقین تھا
مگر جب انہوں نے یہ واقعات دیکھے یعنی اس طرح کی دب کر صلح کرنا اور واپس ہو جانا اور جو کچھ آپ نے اپنی ذات
کی نسبت گوارا فرمایا تو اُن پر ایک آفت ٹوٹ پڑی اور قریب تھا کہ ہلاک ہو جاتے۔ سہیل ابا جندل کو دیکھ کر
اس کی طرف لپکا۔ اُس کے مونہہ پر دھپڑ مارے اور لگا اسکی شکیں کسنے پھر آپ سے مخاطب ہو کر
کہنے لگا اے محمدؐ اُس کے آنے سے پہلے ہی ہم میں بات طے ہو چکی ہے آپ نے فرمایا درست ہے۔
اس کے بعد سہیل اُسے کھینچکر قریش کے حوالہ کرنے لگا۔ اور ابو جندل لگا چیخنے چلانے اور کہتا اے مسلمانو
کیا یہ روا ہے کہ میں مشرکوں کو واپس دیا جاؤں جو مجھے دین سے بے دین کریں۔ اس واقعہ سے اصحاب کے
اندوہ و وساوس کو اور بھی ترقی ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابا جندل خدا کے
لئے صبر کر اللہ تعالیٰ تیرے لئے اور تمام ناتوانوں کے لئے یقیناً کوئی راہ نکالے گا۔ ہم ان لوگوں سے
صلح کر چکے ہیں اور ہم انہیں اور وہ ہمیں اللہ کا عہد دے چکے ہیں اور ہم کبھی عہد شکنی نہیں کریں گے۔
اتنے میں عمر بن خطاب اُٹھ کر ابو جندل کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور کہتے صبر کر اے ابا جندل یہ لوگ

مشرک ہیں ان کا خون اور کتّے کا خون برابر ہے۔ یہ کہتے اور تلوار کا قبضہ اُس کے نزدیک کرتے جس سے اُن کا منشا یہ تھا کہ ابو جندل تلوار لیکر اپنے باپ کو قتل کر ڈالے مگر اُس نے اپنے باپ کی جان لینی نہ چاہی۔ اور جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ جب تحریر ہو چکی اُس صلح پر کچھ مسلمانوں کے اور کچھ مشرکوں کے دستخط ہو گئے۔ چنانچہ وہ گواہ یہ تھے ابو بکر صدیق۔ عمر بن خطاب۔ عبد الرحمٰن بن عوف۔ عبد اللہ بن سہیل بن عمرو۔ سعد بن ابی وقاص۔ محمود بن مسلمہ۔ مکرز بن حفص۔ علی بن ابی طالب۔

اس عہد نامہ سے مخالفین کو اور ہماری قوم کو جسقدر سبق ملتے ہیں اُنپر تفصیل سے لکھنا مضمون کو لمبا کر دیگا اور اصل منشا سے راقم مضمون کو دور لے جاتا ہے اور درحقیقت یہ معاملہ ایسا صاف بھی ہے کہ ہر شخص جسے کچھ بھی فہم ملا ہو بہت سی قابل عبرت باتیں اس سے استنباط کر سکتا ہے۔ بڑی عظیم الشان بات جس میں جتنی غور کی جائے اتنا ہی امر الٰہی اور معارف کے بے شمار موتی ہاتھ آتے ہیں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پہلے عدو کو کسقدر خوش ہونے کا موقعہ دیا اور مومنوں پر کوفت اور روحانی صدمہ کے کیسے پہاڑ ٹوٹے۔ ایک قوم بڑے فخر سے اپنے تئیں فتحیاب سمجھتی اور عالم عرب میں اس فعل سے قابل عزت نمونہ اپنے آپکو بنانے کی کوشش کرتی ہے۔ ان کے بالمقابل وہ ہیں کہ جن کی شکستہ دلی اور افسردہ خاطری کی کوئی حد نہیں۔ اتنا لمبا کالے کوسوں کا سفر کس امید پر اختیار کرتے ہیں۔ صادق مصدوق مطاع مہبط وحی اس سفر کا محرک ہے۔ وہ رویا جس سے فتح کی خوشبو ان کے مشام جان میں بس رہی تھی اور اب اسکا معاملہ دگرگوں ثابت ہوا ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ تصویر کی طرح پھر رہی ہے۔ نجس مشرکین کو کامیاب اور دب کر اُن کی ہر شرط کو منظور ہوتا دیکھتے ہیں۔ اُن کا ایک مسلمان بھائی کس بے رحمی اور زار نالی اور بدحالی کی صورت میں جان ستاں دشمن کے حوالہ کیا جاتا ہے۔ ایک زمانۂ حال کے پولیٹشن اور دقائق شناسِ سیاست کے آگے اس عہد نامہ کو رکھو۔ عرب کے قبائل متحدہ کی طاقت اور کثرت اور ان کے مقابل مدینہ طیبہ کے مسافر پناہ گزین کی جماعت کی قلت۔ سامان کی کمی اور اندرونی دشمنوں کی سازشوں اور جمعیتوں کا نقشہ کھینچکر اُسے دکھاؤ پھر اُس سے رائے لو اور دیکھو وہ کیا فیصلہ دیتا ہے۔ بااین ہمہ حیرت انگیز بات ہے کہ ایسے حالات اور واقعات کے یکدفعہ اور یکجا جمع ہو جانے کے ساتھ یہ کوئی اور ہیبت انگیز آواز کیا کہتی اور کس ذو الجلال ذات کی طرف سے ہونیکا ثبوت دیتی ہے۔

انا فتحنا لك فتحا مبينا کے معنے در منثور کے ایک اثر میں انا قضینا لك قضاء بینا بھی

اس عہد نامہ سے مخالفین کو اور قوم کو کیا سبق ملتا ہے

لکھے ہیں۔ بہت اچھے اور صحیح معنے ہیں۔ یہ معنے گواہی دیتے ہیں کہ سلف صالحین کو کیسا ذوق سلیم اور ملکۂ فہم قرآن کریم ملا تھا۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ فتح مکہ مسلمانوں اور کافروں کی قسمت کا قطعی فیصلہ کرنے والی تھی۔ ماسوا اسکے اسمیں قابل غور لفظ لک ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ اتنی بڑی فتح ہم نے تیری خاطر اور تیرے لئے عنایت کی۔

خدا تعالیٰ کا انعام کسی انسان پر بقدر اس کی قربانی و جہاد کے نازل ہوتا ہے

خدا تعالیٰ کی سُنّت ہے کہ اُس کا انعام اور فضل کسی بندہ پر اُس کی قربانی اور جہاد کے اندازہ پر ہوتا ہے۔ اس مرد آزما زہرہ گداز سفر میں جہاں مادی امیدوں کے خون کا دریا بہ نکلا اور بہت سے دل گلے تک آ گئے اور سینوں کو وساوس کے تیر باراں نے بڑوں کے چھلنہ کا ہم رنگ بنا دیا۔ اور روایت کی گواہی کے بموجب ہلاکت کے قریب پہونچ گئے تھے اس انسان کامل خلیفۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان اور اخلاص کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور آپ کی پوری صلح کا اُس کی قضاؤ قدر کے ساتھ کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ ایک جماعت کثیر کے سامنے ایک واقعہ بھیانک شکل کے ساتھ پیش ہوتا ہے۔ بہت سے افراد اُس کی مہیب نگاہوں کے زہریلے اثر سے متاثر ہو کر آشفتہ اور حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک شخص اور غیور فرد جس کی عظمت اور اکرام کی بقا اور دوام کے لئے اُس کی ہر ایک قبل از وقت بتائی ہوئی بات کا پورا ہونا ضروری ہے اس تمام واقعہ میں عزم اور استقامت اور کوہ وقاری کی لانظیر تصویر ہے اور کس قوت اور بصیرت اور تیز احساس اور زندہ شعور سے فرماتا ہے انا عبد اللہ و رسولہ لن اخالف امرہ و لن یضیعنی۔ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں میں ہرگز ہرگز اُس کے امر کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ یہ ہے سچی موافقت اور پوری مصالحت اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر کے ساتھ اور یہ ہے کامل اور لذیذ نمونہ اُس ایمان کا جو اللہ تعالیٰ کو انسان سے مطلوب ہے۔ اور یہ ہے وہ اپنی جان اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشوں اور دانشوں کی قربانی جو انبیاء علیہ السلام نے اور سب سے بڑھ کر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے حضور گزرانی ہے۔ اور یہی ہے وہ کامل عصمت اور کامل حفاظت جس سے بشریت کی کمزوریوں اور نقصوں کی آلائش اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں کی چرک ایسی ہی دور کی گئی ہے جیسے اُس سونے سے میل کچیل جو زرگر کے دہکتے کوئلوں پر رکھی ہوئی کٹھالی میں رکھا جاتا ہے۔ اسی ایمان۔ اخلاص۔ وفا۔ مصالحت اور عصمت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے

کہ قدردان قادر الوہیت ایسی عبودیت کو آغوشِ تربیت اور کنارِ رحمانیت میں لیتی اور اس باطنی عصمت کے ثبوت کے لئے اُسے ظاہری عصمت اور حفاظت اور بقائے دوام کی خلعت پہناتی ہے۔ یہ ہے مغز اور راز اس کا جو فرمایا کہ ہم نے **تیرے لئے** یہ سب کام کیا۔ ہمارے مدنظر مدعا کی تائید میں اس سے بیّن طور پر یہ بات ثابت اور طے ہوگئی کہ فتح مکہ کے بعد جن برگزیدوں کے ہاتھ سے فارس و روم کی فتح اور دوسری فتوحات ہوئیں وہ ایمان۔ اخلاص۔ وفا اور اسلام اور نفوس کی قربانی میں اپنے متبوع و مقتدا کے ہمرنگ اور مثیل ہیں اور اس لذیذ اور زندگی بخش اور ناز سے بھری ہوئی آواز کے وہ بھی ویسے ہی مخاطب ہیں جیسے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب **لیغفر لک** کی بحث میں اس پر مفصل بیان کروں گا۔

فتح مکہ کے اسباب

اس جگہ مقام کی مناسبت کے لحاظ سے فتح مکہ کے محرکات اور اسباب کا لکھنا موزون معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ایسے امور کو بہ تفصیل بیان کرنا موضوعِ کلام سے قریباً بیگانہ ہے۔ لیکن اسباب کے دکھانے کے لئے کہ خدا تعالیٰ کی مشیت اور اُس کا قاہر ارادہ کس عجیب تصرف سے انسانی ہاتھوں کو اپنے مقصد کے نفاذ اور اجرا کا جارحہ اور واسطہ بنا لیتا ہے اور کس طرح بے علم ناتواں انسان خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے کبر و نخوت کی ناک پر مٹی ڈالنے کا سامان جمع کرتا ہے اُن اسباب کا مختصراً ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی شناخت اور اُس کے تصرف و تصریف پر بصیرۃ سے ایمان لانے کا سب سے عمدہ ذریعہ یہی ہے کہ کس طرح اعدا کے جتھے متفق تدبیروں اور مضبوط منصوبوں سے اُس کے ماموروں کی بے عزتی اور اہانت کا سامان اکٹھا کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ اسی سامان کو عجیب تصرف سے اپنے مامور و خلیفہ کے اکرام اور اعدا کی اہانت کا موجب بنا دیتا ہے۔ کیا یہ خدا کی ہستی اور کائنات پر اُس کے متصرف مطلق ہونے کا بیّن ثبوت نہیں کہ اُس کے مامور کے خلاف دشمنوں کا ہر منصوبہ اُس کا نشان اور معجزہ بن گیا ہے۔ مکہ کے دانشمند اور ہمیشہ اپنی عاقبت اندیشی اور انجام بینی پر فخر کرنے والے بزرگانِ قوم کس نتیجہ پر ہو چکر اور کس غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے اپنے زعم میں بے نیل مرام واپس کرتے ہیں۔ کیا اُن کے قیاس اُن کی حدس و فراست ایک لحظہ کے لئے بھی تصور میں لا سکتی تھی کہ عنقریب اُن کے اس عہدنامہ کو خود اُنہی کی ایک سیاہ کاری دیمک کی طرح چاٹ جائے گی اور وہ خود اُسے مجبور

قوم مسافر کو جسے حقارت سے انہوں نے رد کیا ہے بلائیں گے کہ اُن کی اور اُن کے معبودوں کی صدیوں کی بنی ہوئی اور مانی ہوئی عزت کو خاک میں ملا دے۔ یہ سب اعدائے حق اور انکے اعمال وافعال عبرتیں اور نکال ہیں ہمارے اس زمانہ کے لوگوں کے لیے جو خدا تعالیٰ کے مرسل و مامور مسیح موعود و مہدی مسعود سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اب تک دیکھ چکے ہیں کہ انکا ہر ایک منصوبہ اُس کا نشان اور معجزہ ثابت ہوا ہے مگر افسوس شقاوۃ کی کوئی حد ہے کہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ بہر حال اب وقت ہے کہ اسباب فتح مکہ سے ناظرین کو آگاہ کیا جائے اور وہ یہ ہیں۔

عہدنامہ کے پڑھنے سے ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ بنو بکر قریش کے عہد اور عقد میں داخل ہوئے تھے اور بنو خزاعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں۔ اور دس برس کے لئے یہ مصالحت قرار پذیر ہوئی تھی۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر کے انکی وہ بری حالت کی کہ اُس کے بیان کرنے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ دانشمند قریش نے اس بیداد گری اور سیاہ کاری میں بنو بکر کا ساتھ دیا اور اُس عہدنامہ کا کچھ بھی پاس نہ کیا۔ بنو خزاعہ کے باقی ماندہ آدمی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں استغاثہ لے گئے۔ اور آپ سے عہدنامہ کے بموجب نصرت کے طالب ہوئے۔

اس واقعہ کو ابن ہشام کے لفظوں میں لکھنا موزون معلوم ہوتا ہے۔ قال ابن اسحٰق فلما تظاھرت بنو بکر و قریش علی خزاعة و اصابوا منهم ما اصابوا و نقضوا ما کان بینهم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من العهد والمیثاق بما استحلوا من خزاعة وکانوا فی عقده و عهده خرج عمرو بن سالم الخزاعی ثم احد بنی کعب حتی قدم علی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المدینة وکان ذٰلک مما هاج فتح مکة فوقف علیه وهو جالس فی المسجد بین ظهرانی الناس فقال۔ شعر

یا رب انی ناشد محمدا	حلف ابینا و ابیه الا تلدا
قد کنتم ولدا و کنا والدا	ثمت اسلمنا فلم ننزع یدا
فانصر هداک اللہ نصرا اعتدا	وادع عباد اللہ یاتوا مددا

فيهم رسول الله قد تجردا — ان سيم خسفا وجهه تربدا
في فيلق كالبحر يجري مزبدا — ان قريشا اخلفوك الموعدا
ونقضوا ميثاقك المؤكدا — وجعلوا لي في كداء رصدا
هم بيتونا بالوتير هجدا — وقتلونا ركعا وسجدا

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم نصرت يا عمرو بن سالم - وامر رسول الله صلى الله عليه وسلم بالجهاز وامر اهله ان يجهزوه - ثم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلم الناس انه سائر الى مكة وامرهم بالجد والتهيؤ وقال اللهم خذ العيون والاخبار عن قريش حتى نبغتها في بلادها فتجهز الناس - ثم مضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لسفره واستخلف على المدينة ابا رهم وخرج لعشر مضين من شهر رمضان فصام رسول الله صلى الله عليه وسلم وصام الناس معه حتى اذا كان بالكديد بين عسفان وأمج افطر - ثم مضى حتى نزل مر الظهران في عشرة آلاف من المسلمين - واوعب مع رسول الله صلى الله عليه وسلم المهاجرون والانصار فلم يتخلف عنه منهم فلما نزل مر الظهران وقد عميت الاخبار عن قريش ولا ياتيهم خبر عن رسول الله صلى الله وسلم ولا يدرون ماهو فاعل —— قال ابن اسحق ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما نزل مكة واطمأن الناس خرج حتى جاء البيت فطاف به سبعا على راحلته ويستلم الركن بمحجن في يده فلما قضى طوافه دعا عثمان بن طلحة فاخذ منه مفتاح الكعبة ففتحت له فوجد فيها حمامة من عيدان فكسرها ثم طرحها ثم وقف على باب الكعبة وقد استكف له الناس في المسجد - فقال لا اله الا الله وحده لا شريك له صدق وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده —— يا معشر قريش ان الله قد اذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بالآباء الناس من آدم وآدم من تراب ثم تلا هذه الآية يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى الآية كلها ثم قال يا معشر قريش ما ترون اني فاعل

فیکم قالوا خیرا أخ کریم وابن أخ کریم قال اذهبوا فأنتم الطلقاء ثم جلس رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد فقام الیه علی بن ابی طالب ومفتاح الکعبة فی یده فقال یا رسول الله اجمع لنا الحجابة مع السقایة صلی الله علیك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم این عثمان بن طلحة فدعی له فقال هاك مفتاحك یا عثمان الیوم یوم برّ ووفاء - قال ابن هشام وحدثنی بعض اهل العلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم دخل البیت یوم الفتح فرأی فیه صور الملائکة وغیرهم فرأی صورة ابراهیم علیه السلام مُصَوَّرا فی یده الازلام یستقسم بها فقال قاتلهم الله جعلوا شیخنا یستقسم بالازلام ماشان ابراهیم والازلام ما کان ابراهیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ثم امر بتلك الصور فطمست ——— قال ابن هشام وحدثنی من اثق به من اهل الروایة عن ابن عباس قال دخل رسول الله صلی الله وسلم مکة یوم الفتح علی راحلته فطاف علیها وحول البیت اصنام مشدودة بالرصاص فجعل النبی صلی الله علیه وسلم یُشیر بقضیب فی یده الی الاصنام ویقول جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا فما اشار فی صنم فی وجهه الا وقع لقفاه ولا اشار لقفاه الا وقع لوجهه حتی ما بقی منها صنم - ترجمہ - جب بنو بکر اور قریش متفق ہو کر خزاعہ پر چڑھے اور انہیں تباہ کیا اور اس طرح خزاعہ پر تباہی ڈال کر اُس عہد کو توڑ ڈالا جو اُن میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں منعقد ہوا تھا جن کے عقد و عہد میں خزاعہ تھے عمرو بن سالم خزاعی مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا - آپ کے روبرو آکر کھڑا ہو گیا اور آپ مسجد میں لوگوں کے درمیان بیٹھے تھے - اور یہ شعر پڑھے میں اے پروردگار میں محمد کو اپنے باپ اور اُن کے باپ کی پرانی قسم دیتا ہوں + تم لوگ ولد تھے اور ہم والد تھے پھر ہم فرمانبردار ہوئے اور اس اطاعت سے انحراف نہیں کیا - اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب کرے اسوقت بڑی بھاری نصرۃ کا وقت ہے - خدا تعالیٰ کے بندوں کو بلائیے وہ مدد کے لئے آئیں گے - انمیں اللہ کا رسول ہے جو سخت جد و جہد کرتا ہے - اگر اُسے کوئی مکروہ اور ذلت کی بات پیش آجائے تو مارے غضب کے اُس کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے - ایسے لشکر کے ساتھ جو دریائے متواج و زخار کی طرح ہے - قریش نے

تیرے وعدہ کا خلاف کیا اور اُس مضبوط عہد کو توڑ ڈالا اور کدا میں میری تاک میں بیٹھے وتیر میں ہم پر سونے کی حالت میں شبخون کیا اور رکوع وسجود کی حالت میں ہمیں قتل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا اے عمرو بن سالم تیری نصرت ضرور کی جائے گی۔ پھر آپ نے تیاری کا حکم دیا اور اپنے گھر والوں سے اپنے لئے سامان سفر کے درست کرنے کے لئے فرمایا۔ پھر لوگوں کو بتایا کہ میں مکہ جانے والا ہوں اور سب لوگوں کو پوری تیاری کر لینی چاہیئے اور دعا مانگی کہ اے خدا قریش کی ایسی حالت کر دے کہ نہ انہیں جاسوس بھیجنے کی توفیق ملے اور نہ ہماری کوئی خبر ہی اُنہیں ملے یہاں تک کہ ہم ناگہاں اُنپر ٹوٹ پڑیں۔ لوگوں نے خوب تیاری کر لی۔ پھر آپ سفر کو نکل کھڑے ہوئے اور مدینہ پر ابو رہم کو خلیفہ مقرر کیا۔ اس وقت رمضان کی ۱۰ تاریخ تھی۔ آپ اور آپکے ساتھی سب روزہ دار تھے۔ کدید میں پہونچکر آپ نے افطار کیا۔ پھر دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مر الظہران میں فروکش ہوئے۔ اس سفر میں تمام مہاجرین اور انصار آپکے ساتھ تھے ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ آپ مر الظہران میں اُترے اور اب تک قریش کو آپ کی نسبت کوئی خبر نہ تھی کہ آپ کیا کر رہے ہیں —— ابن اسحق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اترے اور لوگ مطمئن ہو گئے آپ نکلے اور بیت اللہ میں آئے اور اونٹ پر سواری کی حالت میں سات دفعہ طواف کیا اور عصا کے ساتھ رکن کو چھوتے تھے۔ طواف سے فارغ ہو کر آپنے عثمان بن طلحہ کو بلوایا۔ اُس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب اندر داخل ہوئے ایک کبوتری لکڑی کی بنی ہوئی دیکھی اُسے توڑ کر پھینک دیا۔ پھر آپ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اور لوگوں نے آپ کو گھیرا ہوا تھا۔ اتنے میں فرمایا کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے وہ اکیلا ہے کوئی شریک اُس کا نہیں۔ اُس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کو نصرت دی اور آپ ہی تمام گروہوں کو شکست دی —— پھر فرمایا اے قوم قریش اللہ تعالیٰ نے تمہاری جاہلیت کے گھمنڈ اور تکبر اور باپ دادوں کی نسبت سے بڑائی مارنے کو تباہ کر دیا ہے۔ سنو سب لوگ آدم کے فرزند ہیں اور آدم خاک سے ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی یا ایھا الناس الخ۔ پھر فرمایا اے قوم قریش بتاؤ اب تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیا برتاؤ کروں گا۔ اُنہوں نے کہا ہمیں تو اچھے سلوک کی امید ہے اس لئے کہ تو کریم بھائی ہے اور کریم بھائی کا بیٹا ہے۔ فرمایا جاؤ تم آزاد ہو۔ پھر آپ مسجد میں بیٹھے حضرت علی اُٹھے اور آپکے ہاتھ میں کعبہ کی چابی تھی۔ عرض کیا اے رسول اللہ سقایہ تو ہمارے ہاتھ میں ہے ہی حجابہ کا شرف بھی ہمیں ہی دیجئے۔ آپ نے فرمایا عثمان بن طلحہ کہاں ہے۔ لوگوں نے اُسے بلایا جب وہ

حاضر ہوا فرمایا عثمان یہ لو اپنی چابی آج نیک سلوک کرنے اور وفا کا دن ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں فتح مکہ کے دن
جب آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اُس میں آپ نے فرشتوں کی تصویریں اور اور تصویریں دیکھیں۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی کہ اُنکے ہاتھ میں تیر ہیں اور اُن سے حصے کر رہے ہیں فرمایا
ستیاناس ہو انکا ہمارے بزرگ کو تیروں سے تقسیم کرنے والا بنا رکھا ہے۔ ابراہیم کو ان تیروں سے کیا
مناسبت۔ ابراہیم نہ یہودی تھا نہ نصرانی وہ موحد مسلم تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔ پھر وہ تمام تصویریں آپکے
حکم سے مٹا دی گئیں ——— ابن ہشام ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور طواف کیا اور بیت کے ارد گرد خوب قلعی سے مضبوط کئے ہوئے
بُت تھے۔ آپ عصا کے ساتھ ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور یہ آیت پڑھتے حق آیا اور باطل نابود
ہو گیا باطل کی قسمت میں نابود ہونا ہی لکھا تھا۔ جس بُت کے موہنہ کی طرف اشارہ کرتے وہ پیٹھ کے بل گر جاتا
اور جس کی پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے وہ موہنہ کے بل گر پڑتا آخر ایک بُت بھی نہ رہا۔

ان اسباب کو پڑھ کر خدا تعالیٰ کے حکیمانہ ارادہ اور اُس کے تصرف پر کس بصیرۃ اور صفائی سے
ایمان آتا ہے۔ اور یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انسان کی دانشیں اور چالاکیاں اُس کے علم اور قدرۃ کے
سامنے بیوقوفی اور ہرزہ کاری ہیں۔ بڑے بڑے چیدہ دانشمند راتیں جاگ جاگ کر ایک منصوبہ پکاتے
اور اُس کے کارگر ہونے پر قطعی حکم لگاتے ہیں مگر آسمانی قضا و قدر اُنکے اُس منصوبہ کو انہیں کے پاؤں کے
کاٹنے کی کلہاڑی بنا دیتی ہے۔ عرب کے یہ قبائل متحدہ کب سمجھتے یا کبھی گوارا کر سکتے تھے کہ اُن کا یہ
عہدنامہ عنقریب اُن کی امٹ ذلت اور دائمی روسیاہی کا موجب ہوگا۔ وہ تو اپنے زعم میں ایک شخص کو
ناکام واپس کر چکے تھے اور دس برس کی میعاد کے گذر جانے کی نسبت خدا معلوم کیا کیا حساب لگاتے
ہونگے۔ مگر خدا تعالیٰ کا قاہر ارادہ ایسی راہ سے اُن کے قلعوں میں داخل ہوا کہ جسکا اُنہیں گمان بھی نہ تھا۔
اور وہی ہوا جو مدتوں پہلے پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی زندہ کتاب میں لکھا گیا تھا۔ اسوقت موزون
موقعہ ہے کہ اس عہد اور نقضِ عہد اور اس کے نتائج کے متعلق قرآن کریم کی ان آیات کو لکھا جائے
جن میں ان باتوں کا ذکر بطور پیشگوئی کے مذکور ہے۔ اگرچہ بات لمبی ہوتی جاتی اور مقرر کردہ اندازہ سے
کتاب کی ضخامت کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے مگر قرآن کریم کے اکرام اور اعزاز کی آرزو جو میری روح
کی حقیقی غرض اور غذا ہے مجھے این و آن کے ملاحظہ سے بے پرواہ کر کے تعلیم دیتی ہے کہ میں ایسے

موقعوں کو کبھی ہاتھ سے نہ دوں اور غنیمت سمجھوں کہ اس تھوڑی فرصت میں جو خدا تعالیٰ کی مہربانی سے مجھے ملی ہے اسی کی توفیق سے کچھ نہ کچھ راہ پیدا کر لوں۔

وہ آیات یہ ہیں۔ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ زدنھم عذابا فوق العذاب بما کانوا یفسدون ویوم نبعث من کل امۃ شہیدا علیھم من انفسھم وجئنا بک شہیدا علی ھؤلاء ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی ورحمۃ وبشری للمسلمین (سورۃ النحل) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا ان اللہ یعلم ما تفعلون ولا تکونوا کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امۃ ھی اربی من امۃ انما یبلوکم اللہ بہ ولیبینن لکم یوم القیمۃ ما کنتم فیہ تختلفون ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولکن یضل من یشاء ویھدی من یشاء ولتسئلن عما کنتم تعملون ولا تتخذوا ایمانکم دخلا بینکم فتزل قدم بعد ثبوتھا و تذوقوا السوء بما صددتم عن سبیل اللہ ولکم عذاب عظیم ولا تشتروا بعھد اللہ ثمنا قلیلا انما عند اللہ ھو خیر لکم ان کنتم تعلمون ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق ولنجزین الذین صبروا اجرھم باحسن ما کانوا یعملون من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون (سورۃ النحل) ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا وتوفی کل نفس ما عملت وھم لا یظلمون۔ وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون ولقد جاءھم رسول منھم فکذبوہ فاخذھم العذاب وھم ظلمون۔ (سورۃ النحل) ترجمہ جنہوں نے

صلح حدیبیہ اور پھر قریش کے نقض عہد کی نسبت قرآن کریم میں پہلے خبر دیگئی تھی

کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انہیں فساد کرنے کے سبب سے عذاب پر عذاب دیں گے اور (بڑا عذاب انپر اس روز نازل ہوگا) جس دن ہم ہر ایک گروہ میں اُنہی میں سے اُنپر ایک گواہ پیدا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ لائیں گے۔ اور ہم نے یہ کتاب تجھپر اُتاری جس میں ہر شے کی کھلی تفصیل اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے اسلام لانے والوں کے لئے۔ اللہ امر کرتا ہے عدل کا (افعال میں) اور احسان کا (اقوال میں) اور رشتہ داروں کو دینے کا (یعنی صلہ رحم کا) اور منع کرتا ہے ہر قسم کے بُرے کاموں اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوۃ سے تمہیں وعظ کرتا ہے اس لئے کہ تمہیں اپنے عہد و پیمان یاد آجائیں۔ اور پورا کرو اللہ کے عہد کو جب عہد کر چکو اور مت توڑو قسموں کو بعد اُن کے پکا کرنے کے حالانکہ اللہ کو اپنے اوپر کفیل کر چکے ہو اور مت ہو مانند اُس عورت کی جس نے اپنے کاتتے ہوئے سُوت کو خوب بٹنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا بگیا تم اپنی قسموں کو آپس میں دغابازی اور مفسدہ کا ذریعہ بناتے ہو (یعنی بظاہر تمنے ایک قوم سے عہد و پیمان کر رکھا ہے اس لئے کہ انکو دہوکے اور اطمئنان میں اپنی طرف سے رکھو اور دل میں غدر پوشیدہ ہے اور یہ پیمان شکنی اس لئے کرتے ہو کہ) ایک گروہ (جس سے تم اب ملتے ہو) وہ کثرۃ اور قوت میں زیادہ ہے اُس گروہ سے (جن سے تم غدر کرتے ہو) اللہ ان امور میں تمہارا امتحان کرتا ہے اور قیامت کے دن تمہارے لئے کھول کر بیان کر دے گا وہ سب باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ اور اگر اللہ چاہتا تمہیں ایک ہی گروہ بنا دیتا (یعنی عہد کی پابندی کی توفیق دیکر سب کو ایک جماعۃ متفقہ بنا دیتا) لیکن جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور تم اپنے اعمال کی نسبت ضرور پوچھے جاؤ گے۔ اور اپنی قسموں کو غدر و خیانت کا ذریعہ مت بناؤ ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قدم بعد مضبوطی کے پھسل جائینگے (یعنی اسوقت عہد کر کے تو تم امن میں ہو پر توڑ کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ ایک ضرب المثل ہے جو اُس شخص کے حق میں بولی جاتی ہے جو امن چین کے بعد بلا میں پڑے) اور تم چکھو گے بد نتیجہ اللہ کے رستہ سے روکنے کا (اسی دنیا میں) اور تمہارے لئے (آخرۃ میں) عذاب بڑا ہوگا۔ اور مت خریدو اللہ کے عہد کے بدلہ تھوڑا مول جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے خیر و برکت ہے اگر تم جانو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ دائمی ہے اور ہم ان لوگوں کو جنہوں نے

صبر کیا اُن کے اچھے عملوں کے بدلہ اجر دیں گے ۔ جس نے اچھے کام کئے مرد ہو یا عورت ہم اُنہیں پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور اچھے کاموں کے بدلہ اُنہیں اجر دیں گے ۔ پھر تیرا رب اُن لوگوں کے لئے جنہوں نے ہجرۃ کی بعد سخت عذاب دیا جانے کے پھر اُنہوں نے جہاد کیا اور صبر کیا ان سب امور کے بعد غفور رحیم ہے جس دن ہر شخص اپنی جان کے بچاؤ کے لئے معذرت گستری کرتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اُس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا اور اللہ مثال کے طور ایک بستی کا ذکر کرتا ہے جو امن اور اطمینان سے رہتے اور ہر مکان سے اُنہیں بڑی فراخی سے روزی ملتی پھر اُنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی سو اللہ نے اُنہیں اُن کی کرتوتوں کے بدلہ بھوک اور خوف کا مزا چکھایا ۔ اور اُن کے پاس اُنہی میں سے ایک رسول آیا سو اُنہوں نے اُس کی تکذیب کی پھر اُنہیں عذاب نے پکڑ لیا اور وہ ظالم تھے ۔

ان آیات کو پڑھ کر جو صلح حدیبیہ اور ان تمام واقعات سے بہت پہلے نازل ہوئی تھیں ایک طالب حق کی روح لذت اور یقین سے بھر جاتی ہے ۔ ان آیتوں میں آنے والے واقعات کا جنہیں وقوع کے بعد سب نے دیکھ لیا ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے جیسے ایک فصیح بلیغ مورخ وقوعہ کے بعد ایک امر کی تاریخ لکھتا ہے ۔ خصوصاً آیت وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا بڑی توجہ کے قابل ہے ۔ اور یہ وہی بسمک اللّٰھم ہے جو اُن مشرکوں نے خود درخواست کر کے عہد نامہ پر لکھوایا تھا ۔ آخر انہوں نے عہد توڑ کر وہ تمام سزائیں اُٹھائیں جن کی نسبت قبل از وقت ان آیتوں میں خبر دی گئی تھی ۔

ان تمام واقعات کے لکھنے سے بڑی بھاری غرض جو میرے مدنظر ہے اور جسے مدعا ٹھیرا کر میں طوالتِ کلام کی کچھ بھی پروا نہیں کرتا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں قبل از وقت اُن دو فریقوں کی نسبت کھلے لفظوں میں خبریں دی گئی ہیں جن کا آپس میں مقابلہ اور مجادلہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس عالم میں مقدر تھا ۔ کفر اور ایمان کے ان دو گروہوں کے اعمال اور نتائج بھی حکیم و مبارک کتاب میں مفصل مذکور ہوئے ہیں اور واقعات عالم اُنکے وقوعہ کے زندہ گواہ قیامت تک موجود رہیں گے ۔ مجھے ہر مقام میں یہ دیکھنا اور دکھانا منظور رہے کہ حضرت صدیق اکبر اور آپ کے خدام کس فریق میں داخل ہیں ۔ کیا وہ ان عہد شکنوں اور غداروں اور ظالموں میں داخل ہیں جنہوں نے

حدیبیہ میں عہد باندھا اور پھر نقض کیا اور خدا تعالیٰ کے وعیدوں کی جلتی آگ میں بھسم ہوئے ۔ یا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس جلالی لشکر یعنی دس ہزار قدوسیوں کے پیشوا اور گلِ سرِ سبد میں جو کامیابی کا درخشاں تاج پہنے ہوئے بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس فتح کے بعد جو آنے والی فتوحات کا دیباچہ تھی وہی اسلام کے فاتح اور منصور مردانِ میدان ہوئے ۔ ان باتوں کو معلوم کرنے کے بعد فطری شقاوۃ اور سعادۃ کے مراتب کے لحاظ سے کوئی کسی نتیجہ پر پہونچے ۔ میں خدا کے کلام اور کام کی شہادت سے علیٰ وجہ البصیرۃ اس نتیجہ پر پہونچ گیا ہوں (والحمد للہ علیٰ ذالک) کہ یہ قدوسیوں کی جماعت اپنے امام مطاع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اپنی تمام کارروائیوں میں ۔ ابتدا میں ۔ انجام میں ۔ وسط میں غرض ہر حال میں ہر قول میں ہر فعل میں معصوم و مغفور ہیں ۔ ان کی عصمت و مغفرۃ پر خدا تعالیٰ کے کلام اور کام نے اُسی طرح کی مضبوط اور جلی مہر لگائی ہے جیسی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت و مغفرۃ پر ۔ میں ان دونوں عصمتوں اور مغفرتوں میں فرق کرنے سے اُسی طرح عاجز ہوں جیسے کوئی شخص جزء لایتجزیٰ کے تجزیہ کرنے سے ۔ اب میں خدا تعالیٰ کی توفیق سے اس کا ثبوت دیتا ہوں شاید کوئی سمجھ جائے ۔

خلفائے راشدین رسول اللہ صلعم کی طرح معصوم و مغفور ہیں

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ۔

نصرانیوں نے اس آیت سے اور اسکی مانند دوسری آیتوں سے جن میں ذنب اور غفر کے لفظ آئے ہیں یہ استدلال کرنے اور نتیجہ نکالنے کی بے سود کوشش کی ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گار ہیں اور معصوم نہیں ۔ ان مباحث کو میں نے بڑی دلچسپی اور خاص توجہ سے پڑھا ہے ۔ میں نہائت افسوس سے اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ عیسائی پادری جیسے الٰہیات کے علوم حقہ سے بے بہرہ ہیں انسان پرستی کے نجس شرک میں مبتلا ہونے کے سبب سے انکی تاریک اور موٹی عقلوں کو علم کلام کی روشنی سے بھی حصہ نہیں ملا ۔ صدیوں سے اسی ایک آیت کو خصوصاً اعتراض کا ہدف اور نکتہ چینی کا غرض بنا رکھا ہے مگر اس صاف امر کیطرف کبھی توجہ نہیں کی کہ اس آیت میں خود ہر قسم کی نزاع کے لئے قول فیصل موجود ہے ۔

آیات اللہ میں بے جا خوض اور حرم الٰہی میں ناروا مداخلت کے ملزم بننے سے پہلے مناسب تھا کہ ذنب اور مغفرت کے معانی قرآن کریم کی اپنی اندرونی لغت سے تلاش کرتے اور

مرحوم کی آخری تحریر جو آپکی شہادت کے بعد ملی

قرآن کریم کے مقاصد اور اغراض کو مدنظر رکھ کر ان لفظون پر بحث کرتے۔
یہ آیت کیسی صاف اور اس مین اس بند قفل کی کیسی عمدہ کلید ہے۔ خدا تعالی فرماتا ہے
کہ ہمنے تجھے فتح مبین اس لیے دی ہے کہ ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ جائے کہ تیرا ہر ایک ذنب مغفور
ہے اور تو معصوم ہے۔

بڑی غور اور فکر کے بغیر صرف لفظی ترجمہ سے ہر ایک شخص بالبداہت سمجھ سکتا ہے کہ یہ
ذنب کا لفظ ان معنون مین ہرگز لیا نہین جا سکتا جنمین ان مقامات مین لیا جاتا ہے جہان مجرمون
اور فاسقون اور بدکارون کی طرف منسوب ہوکر وارد ہوا ہے اس مقام مین تو خدا تعالی اپنی ان
عظیم الشان انعامات اور احسانات کا تذکرہ کرتا ہے جو اسنے اس لانظیر فتح کے سبب سے ہمارے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے اور دکھایا ہے کہ دنیا مین ابتدا سے اسوقت تک کوئی ایسا
نبی نہین آیا جسے ایسی فتح اور ایسی عزت ملی ہو یا اسے دوسرے لفظون مین یون تعبیر کرلو
کہ ایسا نبی نہین ہوا جسنے خدا تعالی کے ایسے بین فضل اور اکرام کا استحقاق اور قابلیت
پیدا کی ہو اب کسقدر صاف بات ہے کہ یہان ذنب کے معنے یا دیگر انبیاء اور مومنین کی
طرف منسوب ہوکر ذنب کے وہ معنے نہین جو اشرار اور فجار کے مقامات مین ہین اسی لیے کہ ایک
جگہ ذنب اور ذنوب کو خدا تعالی کی خوفناک گرفت اور مجرمون کی بدبختی اور ابدی لعنت کا موجب
کہا ہے جیسے فرمایا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ
مِنْ وَّاقٍ یعنی خدا نے ان فاسقون کو انکے ذنوب کے سبب سے ایسا پکڑا کہ پھر کوئی

مددگار انہین خدا کی سزا اور لعنت سے نجات دینے والا پیدا نہ ہوا اس قسم کی اور بھی کئی آیتین ہین جن مین انہی معنون مین لفظ ذنب آیا ہے لیکن اس مقام مین جہان ہم مین خدا تعالی فرماتا ہے کہ اس فتح مبین کے بعد تمام جہان جان جائیگا کہ تیرے تقدم اور متاخر ذنب سب مغفور ہین یا اسے دوسرے لفظون مین یون سمجھو کہ خدا تعالی نے با وجود اسکے کہ نبی کریم سے پہلے بھی اور پیچھے بھی ذنب صادر ہوئے مگر اُن کی تائید اور قوت کے لازم نتیجہ کے لحاظ سے آپکو وہ فتح مبین دی اور وہ انعام اور فضل آپ کیئے جو کسی نبی پر نہین کیئے کیا اب بھی کسیکو یہ حق حاصل ہے کہ ہر مقام مین ذنب کو ایک ہی معنے مین لے جبکہ اس نے بدیہی نظر سے دیکھ لیا ہے کہ ایک مقام مین باوجود صدور ذنب کے ایک خدا تعالی کے ان انعامات کا مورد ثابت ہوتا ہے کہ جن کے نظیر کسی انسان تاریخ یا تاریخ انسان مین پائی نہین جاتی اور دوسرے مقامات مین ان ہی ذنوب کے سبب سے مذنبین خدا تعالی کی ہیبت انگیز سزاؤن مین گرفتار ہوئے۔ قرآن مبین اور کتاب حکیم مین تناقض سمجھنا یا تناقض اور اختلاف کے پیدا کرنے کی کوشش کرنا پرلے درجہ کے جاہل اور کودن کا کام ہے۔ صاف ظاہر کہ ایک لفظ کو ہر ایک مقام مین ایک ہی معنے مین لیا نہین جا سکتا۔ اب مین خدا تعالے کی حول و قوت سے دکھاتا ہون کہ اس جگہ اور دوسرے مقامات مین جہان راستبازون کی نسبت یہ لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے۔

نام کتاب و مضمون	زبان	قیمت
حجۃ اللہ - ردّ شیعہ وغیرہ -	عربی بمترجم اردو	۶ر
تقریر جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور میں ہوا تھا مقصود حیات انسانی حقیقت اسلام و حیوانی انسان سے وانسان کے باخلاق بننے و باخلاق انسان سے باخدا انسان بننے کی تفصیل و تفسیر چند آیات مع مضمون مولوی نور الدین صاحب و دیگر حضرات صاحب	اردو	۴ر
فیصلہ آسمانی - دعا کے ذریعہ مخالفین سے فیصلہ کرنے کی تفصیل	"	۰۲ر
دافع البلاء - طاعون سے بچنے کا طریق مع جواب بعض اعتراضات	"	ار
ضیاء الحق - ردّ عیسائی و جواب بعض اعتراضات متعلق پیشگوئی عبد اللہ آتھم	"	۲ر
نشان آسمانی - گذشتہ اولیاء کی پیشگوئیاں مسیح موعود علیہ السلام کے لئے -	"	۲ر
سرّ الخلافہ - ردّ شیعہ	عربی	۸ر
شہادۃ القرآن - حضرت اقدسؑ کے مسیح موعود ہونیکا ثبوت قرآن مجید سے -	اردو	۴ر
سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب - رد عیسائیت	"	۲ر
ضرورۃ الامام - امام کی ضرورۃ - اپنا ثبوت و مقصد بتکمیل	"	۲ر
رسالہ جہاد مع ضمیمہ - ممانعت جہاد پر -	"	ار
راز حقیقت - ثبوت قبر حضرت عیسیٰ سری نگر کشمیر محلہ خان یار میں -	"	ار
ست بچن - ردّ سکھ - آریہ دھرم رد آریہ	"	۴ر
مواہب الرحمن - نشانات صداقت حضرت اقدسؑ و چند پیشگوئیوں کا پورا ہونا -	عربی مترجم فارسی	۶ر
اعجاز احمدی - مباحثہ موضع مدّ کا ذکر اور مولوی ثناء اللہ کو تحدی -	اردو و عربی مترجم اردو	۳ر

نام کتاب و مضمون	زبان	قیمت
کشتی نوح - طاعون سے بچنے کا طریق اور احمدی تعلیم کی تفصیل -	اردو	۰۲ر
خطبہ الہامیہ - قربانی کی اصل حقیقت و ثبوت دعویٰ خود - و تفسیر چند آیات -	عربی مترجم فارسی و اردو	عہ
تحفہ گولڑویہ - مفتری و صادق میں مابہ الامتیاز -	اردو	۱۰ر
تحفہ غزنویہ - جواب اشتہار مولوی عبد الحق غزنوی	"	۳ر
تحفہ ندوہ - ندوۃ العلماء کو تبلیغ -	"	۰ر
الہدیٰ - اخبار المنار کا جواب اور اسکو تحدی	عربی مترجم اردو	۶ر
تریاق القلوب - چند پیشگوئیوں کے پورا ہونے کی تفصیل	اردو	۱۲ر
جنگ مقدس - مباحثہ حضرت اقدسؑ ہمراہ عبد اللہ آتھم عیسائی - ردّ عیسائی -	"	۶ر
الحق بحث لدھیانہ - مابین حضرت اقدسؑ و مولوی محمد حسین بٹالوی لدھیانہ میں -	"	۶ر
تذکرۃ الشہادتین مع رسالہ عربی علامات المقربین اپنی جماعت کو دونوں شہیدوں کے ایمان کے نمونہ کی طرف تحریص و ترغیب	اردو و عربی	۵ر
تذکرۃ الشہادتین	فارسی	۳ر
کشف الغطاء - اعلیٰ حکام کو اپنی نسبت واقفیت کرانا	اردو	۲ر
لیکچر لاہور - اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب کا مقابلہ اور ثبوت مسیح موعود ہونے کا -	"	۲ر
لیکچر سیالکوٹ جس میں حضرت اقدسؑ نے کرشن کا اوتار ہونا اپنا ظاہر فرمایا ہے -	"	ار
حضرت اقدسؑ کی تقریر دلپذیر کا مجموعہ - گناہ سے بچنے کا ذریعہ اور آئندہ شدید طاعون کی پیشگوئی - حقیقت توبہ - اسرار نماز وغیرہ	"	۳ر
الحق - مباحثہ حضرت اقدسؑ ہمراہ مولوی محمد بشیر مقام دہلی	"	۸ر

مسیح ہندوستان میں ثبوت سفر مسیح یروشلم سے بعد صلیب کشمیر کی طرف	اُردو	
منن الرحمٰن - تمام زبانیں عربی زبان سے نکلی ہیں اور عربی - زبان تمام زبانوں کی ماں ہے	〃	
براہین احمدیہ حصہ پنجم مع ضمیمہ -	〃	
البلاغ - جسکا دوسرا نام فریاد درد ہے -	〃	
ترغیب المؤمنین -	عربی مترجم اُردو	
نزول المسیح جس میں ایک سو پچاس پیشگوئی کے پورا ہونیکا ثبوت درج کیا گیا ہے -	اُردو	

لجۃ النور - عربی مترجم اُردو - درثمین اشعار عربی مترجم اردو

نجم الہدیٰ - چار زبان عربی اردو - فارسی انگریزی

مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نور الدین صاحب

ردّ تناسخ - ردّ آریہ	اُردو	۲ر
ایک شیعہ کے خط کا جواب - ردّ شیعہ	〃	۲ر
فصل الخطاب و ابطال الوہیت مسیح - ردّ عیسائی ۱ر	〃	عہ ۸ر ۱ر

مصنفہ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب

لکچر بر گناہ	اُردو	۱ر
دعوۃ الندوہ	〃	۱۰ر
خلافت راشدہ حصہ اول - ردّ شیعہ قرآن مجید سے -	〃	۸ر
خلافت راشدہ حصہ دوم المعروف الفرقان ردّ شیعہ قرآن مجید سے -	〃	۴ر

مصنفہ حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب

اعلام الناس حصہ دوم	اُردو	۴ر
شمس بازغہ - ردّ کتاب گولڑوی -	〃	عہ
احسن الکلام	〃	۔ر
سواء السبیل - صیانۃ الناس	〃	۱۰ر ساا
آیات الرحمٰن - ردّ عصائے موسیٰ	〃	۸ر
صیان القرآن - ردّ مولوی چکڑالوی	〃	۳ر

مصنفہ میر حامد شاہ صاحب

مسلمانوں کا خدا اور اُسکے حضور دُعا -	اُردو	۱ر
پنج ارکان اسلام و سخن معقول - ۱ر	نظم 〃	•
دعوت دہلی و لکچر اسلام - ۱ر	〃	

دیگر تصانیف سلسلہ احمدیہ کے متعلق جو اجاب نے کی ہیں

وفات مسیح - مع پیشگوئی لیکھرام و آتھم -	نظم پنجابی	۴ر
پیغام حق یعنی سچا اسدا	〃	۔ر
چراغ مسیح عجیب طرز ثبوت وفات مسیح و دلائل مسیح موعود	اُردو	۱ر
پنج حقیقت چند اعتراضوں کا جواب -	نظم پنجابی	۱۰ر
وفات مسیح - پسندیدہ حضرت اقدس -	〃	۲ر
کامن احمدی - عورتوں کیلئے مفید -	〃	۱ر
عاقبۃ المکذبین - چمکا حق - کا سراج بی بی	〃	
سچ بیان حصہ اول -	〃	۱۰ر
حقیقت نزول مسیح -	〃	۶ر
دعوۃ الحق - ردّ عیسائی -	اُردو	۔ر
عربی بول چال - عربی زبان سیکھنے کیلئے بہت عمدہ ہے	〃	۹ر
رسالہ فضل حق - تائید حق - ۱ر	〃	
دعوۃ الحق - مع ضمیمہ منظوم - تبلیغ -	〃	۱ر
سلاسل التعلیم بچوں کو عربی سکھانے کیلئے مع تصاویر	عربی	۲ر
سیرۃ النبی رسول اللہ صلعم کے اخلاق میں -	عربی مترجم اردو	۱۰ر
سلاسل فضائل - رسول صلعم کے فضائل میں	〃	۲۰ر
حمائلیں و قرآن مجید مترجم وغیرہ مترجم	از ۱۳ر	تا عے

مصنفہ ڈاکٹر عبد الحکیم خانصاحب

تفسیر القرآن بالقرآن پارہ اول -	اُردو	۶ر
تفسیر القرآن بالقرآن پارہ عم	〃	۲ر
تفسیر سورہ فاتحہ یعنی ذکر الحکیم نمبر ۲ -	〃	۴ر
ذکر الحکیم نمبر (۱) -	〃	۲ر
تشخیص الامراض -	〃	عا ۸ر